ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بارگاہِ نبوت میں نذرانۂ عقیدت

18/15

کلیم عثمانی — دیوبندی

ابرِ کرم ہے جن کی ذات، وجہِ سکوں ہے جن کی ذات
ان پہ نثار جان و دل، ان پہ درود اور سلام

ان کی نظر کے فیض سے خار بھی پھول ہو گئے
ان کے قدم سے مل گیا خاک کو عرش کا مقام

فخرِ جہاں ہے ان کی ذات وہ ہیں وسیلۂ نجات
ان کے ہی ذکرِ خیر سے گرمیِ بزمِ خاص و عام

غم سے نڈھال زندگی آخری مرحلوں میں تھی
ان کی نظر پلا گئی بادۂ سرخوشی کا جام

ان کے نفس کی گرمیاں سینۂ کائنات میں
ان کی نظر کی جنبشیں سلسلہ ہائے صبح و شام

چھائی ہوئی تھیں ہر طرف کفر کی ظلمتیں کلیم
ان کے جمال کی کرن دے گئی صبح کا پیام!

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

شیرانوالہ دروازہ — فون نمبر: ۶۷۵۴۵

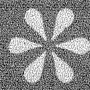
بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ



رئیس الادارہ:
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور



ایڈیٹر:
مجاہد الحسینی



بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۶ روپے
ششماہی ——— ۹ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

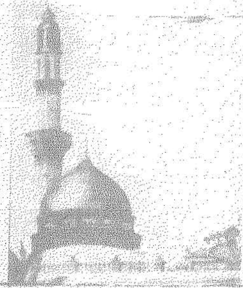
غیر ممالک

سعودی عرب:
سالانہ ہوائی جہاز ——— ۵۰ روپے
بحری جہاز ——— ۲۵ روپے

انگلینڈ:
سالانہ ہوائی جہاز ——— ۶۸ روپے
بحری جہاز ——— ۳۶ روپے

فی شمارہ ۳۵ پیسے

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۹۲ ہجری — ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء



احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی

اطاعت رسولؐ اور اطاعتِ امیرِ شریعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَیُتَّقٰی بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَیْرِهٖ فَاِنَّ عَلَیْهِ مِنْهُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ جل شانہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقینی طور پر پروردگار عالم کی نافرمانی کی جرأت کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے یقیناً میری اطاعت کی اور جس نے امیر کے حکم سے سرتابی کی اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی اور امام (خلیفہ) تو ایک ڈھال ہے جس کو سامنے رکھ کر قتال کیا جاتا ہے اور جس کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ امام "اللہ کے خوف کی تاکید کرے اور خود انصاف برتے تو بلاشبہ اس کے لیے اس کا اجر متعین ہے۔ اور اگر امام اس کے خلاف زبان کھولتا ہے تو یقیناً اس پر ایک بھاری بوجھ ہے

تشریح قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے رب العزت کی اطاعت کی۔ اسی طرح قرآن پاک میں ہے "ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم" اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی خلاف ورزی کی تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

اس روشنی میں مذکورہ حدیث کو پڑھیے۔ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کا فریضہ کیا ہے۔

حدیث کے دوسرے حصے میں بتایا گیا ہے کہ خلافت اور امامت و نیابت درست ہے اور جب وہ قائم ہو جائے تو اس سے سرتابی گناہ عظیم ہے۔ اپنے امیر کا شرعی درجہ سمجھنے کے لیے اس حدیث سے بڑی روشنی ملتی ہے۔ امیر شریعت کی بھلی باتوں میں اطاعت واجب ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کے صحیح طور پر منتخب ہو جانے کے بعد اس کی نافرمانی کا گناہ مول لے اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی دیوار میں شگاف ڈالے۔ کیونکہ امیر اپنے حلقہ میں مرکز و محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے کٹ کر کوئی مرکزیت پیدا نہیں کر سکتا۔ تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ امیر کو اپنا مطاع تسلیم کریں اور اپنی دینی اور دنیاوی، اجتماعی اور جماعتی زندگی کا محور مانیں۔ تاکہ دشمنوں کو مسلمانوں سے ٹکرانے کی جرأت نہ ہو سکے۔ اسی طرح مسلمان باہم مل جل کر زندگی گزاریں اور اسلام کا جھنڈا کسی درجہ میں سرنگوں نہ ہونے پائے۔

اب امیر یا تو صالح، خداترس اور منصف ہو گا یا اس کے خلاف۔ اگر پہلی صورت ہے تو وہ خود مستحق اجر ہے اور اگر دوسری صورت ہے تو وہ خود اپنے لیے جہنم کا سامان کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان دونوں حالتوں میں جب تک وہ امیر ہے اس کی اطاعت کریں۔ اور اس کو اپنا مرکز و محور تسلیم کریں تاکہ کوئی انتشار پیدا نہ ہونے پائے۔ البتہ کتاب و سنت کے خلاف اگر وہ حکم دے گا تو اسے مانا نہیں جائے گا۔ اس لیے دوسری حدیث میں صراحت ہے فاذا اُمر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ (متفق علیہ)

اطاعت امیر کی تاکید

عن ام الحصین قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ام حصینؓ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم پر ناک کان کٹا ہوا غلام امیر بنا دیا گیا اور تم کو اللہ کی کتاب کے مطابق حکم دیا جا رہا ہے تو تم اس کی اطاعت کرو اور اس کی بات سنو اور اس پر عمل کرو۔

تشریح منشا یہ ہے کہ جتنا معمولی شخص بھی امیر منتخب کیا جائے اس کی اطاعت اس حلقہ کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ یہ سوچنا کہ ہماری جماعت، ہمارے مسلک، ہمارے مکتبِ فکر کا نہیں ہے۔ اس لیے اس کا ماننا ضروری نہیں بلکہ اس کی مخالفت کی جائے۔ دین نہیں ہے دینی ہے۔ ایمان نہیں ایمان کے ساتھ مذاق ہے۔

آدمی بحیثیت مسلمان ہونے کے دراصل اسلامی قوانین پر ایمان لاتا ہے اور شریعت کی اطاعت کا مکلف ہے۔ وہ نفس، سوسائٹی اور رواج پر عقیدہ نہیں رکھتا اور نہ اس کو ایسا کرنا چاہیے۔

آج کل عوام و خواص میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اسلامی عقائد و قوانین پر رسم و رواج اور سیاسی چکربازی کو مقدم رکھتے ہیں۔ آپ یقین کریں یہ سب وہ لوگ ہیں جن کو شریعت میں ضعیف العقیدہ کہا جائے گا یا خود غرض۔ اس وقت تک اطاعت امیر ضروری ہے جب تک کفر کا ارتکاب نہ کرے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احب وکرہ ما لم یؤمر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان آدمی پر سمع و اطاعت امیر کی لازم ہے جو بات اسے پسند ہو اس میں بھی اور جو ناپسند ہو اس میں بھی۔ شرط صرف یہ ہے کہ جب تک وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے۔ چنانچہ جب وہ گناہ کا حکم کرے گا تو پھر اس کی بات سننا اور ماننا جائز نہیں ہے

تشریح اس حدیث میں امیر [illegible] کو مسلمانوں نے اپنا امیر [illegible] اس کے سلسلہ میں ہدایت ہے کہ جب تک [illegible] سنت یا کسی بھی بات کا حکم [illegible] واجب ہوتا ہے کہ بے چون و چرا اسے [illegible] یہ ضروری نہیں ہے کہ امیر کی ہر بات اسے [illegible] آئے۔ بہت ممکن ہے ایک [illegible] بعض کو بعض وقت ناگوار بھی گزریں گے [illegible] حالت ناگواری میں بھی اطاعت امیر واجب ہے [illegible] افراد کے سامنے اپنا اپنے [illegible] ہم مسلک کا فائدہ ہوتا ہے اور امیر [illegible] مسلمانوں کا ذمہ دار ہے۔ اس لیے اس کے پیش نظر ساری چیزیں ہوتی ہیں اور اس کے سوچنے کا پیمانہ افراد سے الگ ہوا کرتا ہے [illegible] امیر کا ہر حکم ہر شخص کو پسند آنا ضروری نہیں ہے۔ مسلمان چونکہ امیر کو ایک شرعی تنظیم [illegible] مانتا ہے۔ اس لیے اس کا فرض ہے کہ [illegible] اس کی اطاعت کرے۔ ہاں جب کبھی وہ گناہ [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

خدام الدین

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ
۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء

جلد ۱۸ شمارہ ۱۰

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

حکومتِ پاکستان کی نئی حج پالیسی

چند انقلابی — فیصلے — اطمینان بخش اقدامات

حکومتِ پاکستان کے وزیرِ حج واوقاف مولانا کوثر نیازی کے حسب اعلان ۱۹ جولائی کو راولپنڈی میں مرکزی "مشاورتی حج کمیٹی کا جو اجلاس ہوا تھا اس میں چند اہم فیصلے کیے گئے ہیں۔ جن کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے اپنے بیان میں کہا ہے۔

"حکومت سمندری اور ہوائی جہازوں کے علاوہ دس ہزار افراد کے لیے خشکی کے راستے سفر کرنے کی سہولت فراہم کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔ گذشتہ برس سمندری جہاز کا کرایہ سولہ سو روپے تھا، لیکن روپے کی قیمت کم ہو جانے کے باوجود حکومت نے بحری کمپنیوں سے کہا ہے کہ وہ عازمین حج کے مقدس سفر کا احساس کرکے کم ازکم کرایہ متعین کریں۔ چنانچہ کمپنی فی کس دو ہزار نو سو روپے کرایہ وصول کرنے پر رضامند ہو گئی ہے۔"

حج مشاورتی کمیٹی کے فیصلے کی رُو سے اب، عازمین حج کو یکمشت سفرِ حج کی کل رقم جمع کرانے کے بجائے فی الحال مبلغ سات سو روپے جمع کرانے ہوں گے اور باقی رقم روانگی سے پندرہ یوم پیشتر —! نیز رقم جمع کرانے کی تاریخ میں بھی ۲۰ اگست تک ایک ماہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

موجودہ حکومت نے برسرِاقتدار آنے سے قبل دیگر مختلف سیاسی اور اقتصادی نوعیت کے وعدوں کے ساتھ ساتھ یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ برسرِاقتدار آجانے کے بعد سفرِ حج پر عائدشدہ تمام ناروا پابندیوں کو ختم کر دے گی۔ اور حج کے لیے قرعہ اندازی کا غیر قانونی اور ناموزوں طریق کار ختم کر دیا جائے گا۔

مقامِ اطمینان ہے کہ صدر ذوالفقار علی بھٹو نے برسرِاقتدار آنے کے بعد مرکزی کابینہ میں امور مذہبیہ (حج واوقاف) کی نگرانی مولانا کوثر نیازی کے سپرد کی۔ اور انہوں نے امورِ مفوضہ کو پوری توجہ، کمال دانشمندی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے کے لیے بعض تاریخی نوعیت کے لائق تحسین قدم اٹھائے ہیں چنانچہ نئی حج پالیسی کے لیے مشاورتی کمیٹی کا قیام اور پھر اس کے ذریعے اہم فیصلے بھی اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

قارئین خدام الدین گواہ ہیں کہ ہم نے گذشتہ کئی برس سے پاکستان کی حج پالیسی کے متعلق مسلسل مضامین لکھے اور سابق اربابِ حکومت کی خدمت میں کئی تجاویز پیش کیں لیکن ہماری تمام معروضات صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ دینی حلقے سے متعلق ایک شخصیت نے برسرِ اقتدار آکر ان معروضات پر غور کرنے کا فیصلہ کیا نتیجۃً آج یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ ناگفتہ بہ حالات اور اقتصادی و سیاسی بحران کے نازک دور میں موجودہ حکومت نے جو نئی حج پالیسی مرتب کی ہے وہ نہایت موزوں ہے اور دینی حلقوں کی جانب سے حج پالیسی کے سلسلہ میں جو اہم مطالبات کیے جا رہے تھے ان میں سے بیشتر تسلیم کر لیے گئے ہیں۔

ہم صدر ذوالفقار علی بھٹو اور وزیرِ حج واوقاف مولانا کوثر نیازی کی خدمت میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء و مشائخ، صوبائی و قومی اسمبلی کے اراکین اور دیگر قومی رہنماؤں پر مشتمل حج مشاورتی کمیٹی کے قیام اور نئی حج پالیسی وضع کرنے پر ہدیہ تحسین و تبریک پیش کرتے ہیں۔

نئی حج پالیسی کوئی وحی الٰہی نہیں کہ اسے حرفِ آخر قرار دے کر خاموشی اختیار کر لی جائے آج پہلے کی نسبت بہت اچھے اور مفیدِ مطلب فیصلے ہوئے ہیں جن کی بناپر یہ توقع پیدا ہو گئی ہے کہ حج پالیسی میں مزید خوشگوار تبدیلیاں واقع کی جائیں گی اور اسے صحیح بنیادوں پر استوار کرنے کی مزید کوشش کی جائے گی۔ اب یہ علماءِ کرام، مشائخ، دینی جماعتوں اور حج و زیارات کے سلسلہ میں اہلِ اسلام کی رہنمائی کرنے والے اداروں کا ملکی اور ملی فریضہ ہے کہ وہ حج پالیسی کو کامیاب بنانے میں حکومت کے ساتھ مکمل تعاون واشتراک کریں۔ اور اس سلسلہ کی مفید اور قابلِ عمل تجاویز پیش کرکے عازمینِ حج کی مشکلات دور کرنے کی بھرپور سعی کریں +

• حکومتِ سرحد کا ایک اور مستحسن اقدام

جمعیۃ علماءِ اسلام کے قائد مولانا مفتی محمود نے برسرِاقتدار آنے کے بعد دیگر اہم انقلابی اقدامات کے ساتھ اب ایک اور نہایت دُور رس نتائج کا حامل قدم اٹھایا ہے جس کی بناپر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومتِ سرحد نے پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرت قائم کرنے کے لیے سنگ بنیاد رکھ دیا ہے چنانچہ حکومت کے اعلان کے مطابق پشاور یونیورسٹی نے ان تمام مسلمان طالب علموں کے داخلہ پر پابندی عاید کر دی ہے جو قرآن حکیم ناظرہ نہ پڑھے ہوں اور جنہیں نماز کے معنی بھی نہ آتے ہوں۔ باخبر ذرائع کے مطابق یونیورسٹی حکام نے مسلمان طلبہ کے لیے قرآن حکیم کی تعلیم اور نماز باترجمہ کو یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے لازمی قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے اس فیصلے کا اطلاق یونیورسٹی کے تمام شعبوں اور اس کے تمام کالجوں میں داخلے پر ہوگا۔ اب امیدوار کو داخلے سے پہلے ایک پینل کے سامنے اس مقصد کے لیے انٹرویو دینا ہوگا۔ یونیورسٹی اور اس کے زیرِ انتظام کالجوں کی طرف سے داخلہ (باقی صفحہ پر)

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا

تحریر:
محمد اسحاق بھٹی

• نام ونسب اور قبول اسلام

ان کا اصل نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ام کلثوم ان کی کنیت تھی سلسلہ نسب یہ ہے +

ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط بن ابو عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف +

والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں باہم اخیافی بہن بھائی ہیں۔ ام کلثوم کا والد عقبہ بن ابو معیط قبیلہ امیہ کا ایک ممتاز فرد اور صاحب عز و جاہ شخص تھا اس کو اسلام اور پیروانِ اسلام سے شدید عداوت اور نفرت تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسلام قبول کر کے یا مسلمانوں سے کسی نوع کی رعایت کر کے اپنے خاندان اور دوسرے سرکردہ لوگوں میں اپنی عزت عظمت کو داغ دار کرنے کے سامان بہم پہنچائے۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا ادھر وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے درپے آزار تھا اور ادھر ان کی حرکتوں پر کارکنانِ قضا و قدر مسکرا رہے تھے اور خود اسی نورِ اسلام سے محروم گھر میں ایمان کی شمع روشن ہو رہی تھی یعنی اس کی اپنی بیٹی ام کلثوم باپ کی مرضی و منشا کے بالکل خلاف کفر کی چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی و ظلمت سے نکل کر اسلام کی ضوبار اور دین کی نور افشاں وادیوں میں داخل ہو رہی تھی +

• ہجرتِ مدینہ

صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے یہ عہد کیا تھا کہ قریش کا کوئی آدمی اگرچہ وہ اسلام قبول کر چکا ہو ـــــ مدینہ منورہ میں داخل ہو گا تو واپس کر دیا جائے گا ـــــ اب ام کلثوم اس معاہدہ اور شرط کی رُو سے بڑی مذبذب اور متحیر تھیں کیونکہ انھوں نے صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی اور ہجرت بھی بڑے تکلیف دہ اور حیران کن انداز سے کی تھی۔ یہ خاندان بنو خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ پاپیادہ مکہ سے روانہ ہوا تھا ـ چونکہ کفارِ مکہ سے چھپ چھپا کر اور بھاگ کر نکلی تھیں۔ اس لیے ان کے بھائیوں ولید اور عمارہ ـــ کو معلوم ہوا تو بہن کے تعاقب میں نکلے اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے مدینہ پہنچنے کے دوسرے روز ہی یہ بھی مدینہ جا پہنچے۔ انھوں نے معاہدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ام کلثوم کو ان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ لیکن دوسری طرف ام کلثوم نے دربار رسالت میں التجا کی کہ "میں عورت ہوں سچے دل سے اسلام قبول کر چکی ہوں۔ اب اسلام ہی میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں کسی حالت میں بھی نہ اسلام کو ترک کرنا چاہتی ہوں نہ واپس مکہ جا کر کفارِ مکہ کے مظالم کا شکار ہونا چاہتی ہوں۔ میں عورت ہونے کی وجہ سے جسمانی اعتبار سے معاشرہ کا ایک کمزور و ناتواں فرد ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ لوگ مجھے مختلف قسم کے مصائب میں مبتلا کر دیں گے۔ اس لیے میں فریاد کناں ہوں کہ میری حالت پر رحم کیا جائے۔ میری جان کی حفاظت کی جائے اور میرے اسلام کا تحفظ کیا جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مجھے کفارِ مکہ کے سپرد نہ کیا جائے ایسا نہ ہو کہ میں ان کے مظالم برداشت نہ کر سکوں اور اسلام چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں"+

معاہدہ کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں بہت پریشان ہوئے مگر چونکہ شرطِ معاہدہ میں عورتوں کی واپسی کا ذکر نہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ ممتحنہ کی ایک آیت اتری جس نے معاملہ کی پوری طرح وضاحت کر دی آیت کے الفاظ یہ ہیں:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ۔

مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مسلمان ہیں تو ان عورتوں کو کافروں کے حوالے نہ کرو +

• نکاح

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اب تک غیر شادی شدہ تھیں۔ مدینہ ہجرت کر کے آئیں تو ایک بلند مرتبت صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا وہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ لیکن حضرت زبیر چونکہ سخت طبیعت کے مالک تھے اس لیے نباہ نہ ہو سکا۔ مجبوراً طلاق لے کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ وہ بھی وفات پا گئے تو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عقد کر لیا۔ عمرو بن عاص اس زمانہ میں مصر کے گورنر تھے۔ اس نکاح پر ایک ہی مہینہ گذرا تھا کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں +

• اولاد اور فضل وکمال

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ابراہیم حمید محمد اور اسماعیل پیدا ہوئے ـ حضرت زید بن حارثہ اور عمرو بن عاص سے کوئی اولاد نہیں ہوئی +

حضرت ام کلثوم بڑے فضل وکمال کی حامل تھیں ان سے متعدد حضرات نے احادیث بھی بیان کی ہیں۔ ان حضرات میں حمید بن عبدالرحمٰن، حمید بن نافع اور ابراہیم بن عبدالرحمٰن شامل ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ احادیث کی مشہور مستند کتابوں میں ان سے روایات منقول ہیں +

نئی حج پالیسی کے اہم خدوخال

راولپنڈی۔ مرکزی حج کمیٹی کا اجلاس راولپنڈی میں حج اور اوقاف کے مرکزی وزیر مولانا کوثر نیازی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ حج کمیٹی کے اجلاس میں سرکاری حکام کے علاوہ ملک کے ہر حصے کے عوامی نمائندے اور ہر فرقہ کے علماء شرکت کر رہے ہیں انھوں نے کہا کہ حکومت نے حج اور زیارت پر سے تمام پابندیاں ہٹانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ شریعت کے مطابق جن لوگوں پر حج کی ادائیگی فرض ہے وہ اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکیں یہ اقدام حکومت کی اس پالیسی کے عین مطابق ہے کہ عوام کو مذہبی فرائض کی ادائیگی میں ہر قسم کی سہولت مہیا کی جائے مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ حکومت سمندری اور ہوائی جہازوں کے علاوہ دس ہزار افراد کو خشکی کے راستے حج کے سفر کی سہولت دے گی یہ پہلا موقع ہو گا کہ دس ہزار افراد کو خشکی کے راستے سفر کرنے کی سہولت دی جائیگی۔ وزیر حج نے کہا کہ حکومت نے زرمبادلہ کی کمی کے باوجود یہ سہولتیں فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ گذشتہ برس بحری جہازوں کے سفر کا کرایہ سولہ سو روپے تھا روپے کی قیمت میں کمی کے بعد بحری سفر کا کرایہ چار ہزار تک ہو جاتا لیکن حکومت نے بحری کمپنی سے کہا کہ وہ کرایہ کو کم سے کم رکھے چنانچہ کمپنی دو ہزار نو سو روپے فی کس وصول کرنے پر رضامند ہو گئی ہے۔

مولانا کوثر نیازی نے کہا ہے کہ بسوں کے ذریعے حج پر جانے والے زائرین کی جماعتیں دو دو سو افراد پر مشتمل ہوں گی جنہیں پانچ بسوں میں بھیجا جائے گا۔ ان بسوں کے ساتھ ایک ڈاکٹر اور دو نرسنگ اردلی اور ایک ایمبولینس بھی ہو گی۔ ہر قافلے کے ساتھ ایک خالی بس بھی بھیجی جائے گی تاکہ اگر کوئی بس راستہ میں خراب ہو جائے تو اس خالی بس کو استعمال کیا جائے گا۔ ہر قافلے کے ساتھ ایک لیڈر بھی ہو گا جسے حکومت نامزد کرے گی۔ مولانا نے کہا کہ حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اٹھارہ برس سے کم عمر والوں کو حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ساٹھ برس سے زائد افراد کو خشکی کے راستے حج پر جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ بس کے سفر پر چھبیس سو روپے خرچ ہوں گے جن میں سے ۱۹۲۵ روپے زرمبادلہ کی شکل میں ہوں گے بس کے سفر میں ستر دن لگیں گے ان میں بارہ دن زیارت پر صرف ہوں گے۔

مولانا نے کہا ہوائی جہازوں کا کرایہ پچھلے برس دو ہزار نو سو روپے تھا توقع ہے کہ اس میں اضافہ نہیں ہو گا حکومت اس

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلسِ ذکر

۱۴ جولائی ۷۲ء

فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے والے ملک و قوم اور اسلام کی کوئی خدمت انجام نہیں دے رہے

ہم دنیا کے لیے خدا کی رحمتوں کا پیام تھے آج اپنوں کے قاتل کیوں بن گئے ہیں ؟

اللہ کی رسّی کو تھامے بغیر امن قائم ہوگا نہ بے چینی دور ہوگی!

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کا خطاب —— مرتب : عبد الرشید انصاری، لائیلپور

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ : اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تم کو اس سے نجات دی۔ اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو باہمی انتشار و افتراق سے اجتناب اور اتحاد و اتفاق کے قیام کا حکم دیا گیا ہے اس کا طریقہ بھی ساتھ ہی بیان فرما دیا گیا کہ حَبْلِ اللّٰہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو یعنی قرآن حکیم احکامِ الٰہی توحیدِ خداوندی اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی پر دل وجان سے ایمان لا کر دین پہ عمل کرو۔ ظاہر بات ہے کہ اگر رنگ و نسل اور زبان و ثقافت کے ہزاروں اختلافات برقرار رکھتے ہوئے آج بھی نوع انسانی قرآن کے بتلائے ہوئے اصولوں پہ کاربند ہو جائے تو دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گی اور ملتِ اسلامیہ جن علاقائی اور لسانی منافرت کے فتنوں کا آج شکار ہو رہی ہے ان سے نجات حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر نظامِ زندگی استوار کیا جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

"یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکیگا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل اختلال ہو جائے گی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔ لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء و اہواء کا تختۂ مشق بنا لیا جائے بلکہ قرآن کریم کا مطلب وہ ہی معتبر ہوگا جو احادیثِ صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو"

قرآن کریم دنیا کو جہالت، ناانصافی، ظلم اور نااتفاقی کی تاریکیوں سے نکال کر علم و عمل، عدل و انصاف اور امن و اتحاد کی جہشتوں کا راستہ بتانے کے لیے آیا ہے۔ قرآن دنیا کو اور خاص کر اپنے پیروؤں کو بار بار اتفاق و اتحاد کے قیام کی دعوت دیتا اور انسانی ذہن میں "احترامِ آدمیت" کے تقاضے ادا کرنے کی امنگیں ابھارنا چاہتا ہے۔ اس نے دنیا کو بتایا کہ تمام انسان ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ خدا نے تمہیں پیدا کیا اس لیے اس کے احکام کی تعمیل اور پرستش میں ایک ہو جاؤ یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ۔ (سورہ نساء آیت ۱) اے انسانو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے۔

قرآن کے اولین مخاطب قریش عرب تھے پھر آہستہ آہستہ جزیرہ نمائے عرب کے تمام باشندوں تک اس کی آواز پہنچی۔ اسلام کی ابتدائی تیرہ سالہ مکی زندگی میں عربوں نے اسلام کی آمد کے باوجود اپنی عاداتِ جاہلیت نہیں چھوڑیں مگر برائیوں کی بجائے اچھائیاں، گناہوں کی بجائے نیکیاں، اور ظلم و جہالت کی بجائے علم و عدل نے بتدریج جگہ حاصل کی اور وہ قوم جو اپنوں کے خون کی پیاسی رہتی تھی اور جس کے افراد شرفِ آدمیت کے تقاضوں اور آدابِ معاشرت سے قطعی نابلد تھے حتیٰ کہ دنیا کے بعض حکمران انہیں اپنے قلمرو میں شامل کرنا اور ان پر حکومت کرنا بھی ناپسند کرتے تھے قرآن نے اس قوم کے افراد کو دنیا کی رہبری کا شرف بخشا ان لوگوں نے جب قرآن کی انقلابی تعلیمات کو اپنا لیا تو یہی لوگ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ جیسے خطاب کے مستحق قرار پائے ایک وہ وقت تھا کہ اوس و خزرج، بنو قینقاع اور دیگر قبائل عرب باہم حریف حلیف رہتے تھے اور ان کی اعصابی جنگ کبھی نہ رکتی تھی ایک دفعہ ایک اندھے منافق نے اوس و خزرج کو ان کی پرانی دشمنیاں یاد دلا کر اس قدر مشتعل کر دیا کہ تلواریں میانوں سے باہر نکل آئیں قریب تھا کہ انسانی خون زمین پر بہہ جاتا لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ لطف نے دیکھا تو آپ نے خدا کا احسان عظیم انہیں یاد دلایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے ہر وقت دست و گریباں رہتے تھے اللہ نے تمہیں اسلام کی برکت سے بھائی بھائی بنا دیا ہے تم جہنم کے کنارے پر تھے خدا نے تمہیں بچا لیا قرآن کریم خدائے ذوالجلال کی اسی نعمت عظمیٰ کا تذکرہ کر رہا ہے کہ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج

اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور فرمانبرداری کا نتیجہ قرآن کی انقلابی تعلیمات کا اثر اور احترام آدمیت اور اخوت اسلامی کے اصولوں کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا ثمر تھا آج ملتِ اسلامیہ اپنی مشترکہ قدروں کو نظر انداز کر کے مختلف قسم کے علاقائی لسانی اور طبقاتی گروہوں میں منقسم ہو کر شدید خلفشار کا شکار ہو رہی ہے مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا خون بہہ رہا ہے بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے ہمارے ملک کو آپس کی لڑائیوں اور باہمی جھگڑوں نے جتنا نقصان پہنچایا اتنا بیرونی دشمن سے نہیں پہنچا مشرقی پاکستان کی علیحدگی ایسی ہی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ سندھ میں زبان کے مسئلہ پہ حالیہ واقعات بہت تشویشناک اور ملک و ملت کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں موجودہ حالات میں زبان کے مسئلہ پر جن لوگوں نے سندھ میں ہنگامے بپا کرائے اور بے گناہ شہریوں کا خون بہایا انہوں نے ملک و ملت اور اسلام کی کوئی خدمت انجام نہیں دی ہمیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے وہاں بھی سب سے پہلے زبان کی تحریک چلی تھی جس کے نتیجہ میں کچھ نوجوان موت کی آغوش میں چلے گئے یہ واقعات نورالامین وزارت کے دوران پیش آئے پھر سال

(باقی صفحہ ۹ پر)

تاریخِ اسلام

(قسط نمبر ۲)

جنگِ یرموک کے ایمان افروز واقعات

(حضرت علامہ شبلی نعمانی، مقام اعظم گڑھ)

رات کو باہان نے سرداروں کو جمع کرکے کہا کہ عربوں کو شام کی دولت کا مزہ پڑچکا ہے بہتر یہ ہے کہ مال و زر کی طمع دلا کر ان کو یہاں سے ٹالا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن ابوعبیدہؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ ابوعبیدہؓ نے خالد کو انتخاب کیا قاصد جو پیغام لے کر آیا اس کا نام جارج تھا جس وقت وہ پہنچا شام ہو چکی تھی۔ ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی مسلمان جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوتے اور جس محویت، سکون و وقار، ادب و خضوع سے انھوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے ابوعبیدہ سے چند سوالات کیے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ تم عیسٰی کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ ابوعبیدہؓ نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ۔ مترجم نے ان الفاظ کا ترجمہ کیا ہے تو جارج بے اختیار پکار اٹھا۔ بیشک عیسٰیؑ کے یہی اوصاف ہیں اور بیشک تمہارا پیغمبر سچا ہے" یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس جانا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو۔ مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے جو سفیر جائے گا۔ اس کے ساتھ چلے آنا۔ دوسرے دن خالد رومیوں کے لشکرگاہ میں گئے رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لیے پہلے سے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب سواروں کی صفیں قائم کی تھیں جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے لیکن خالد اس بے پروائی اور تحقیر کی نگاہ سے ان پر نظر ڈالتے جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں کے ریوڑ کو چیرتا چلا جاتا ہے باہان کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا اور لا کر اپنے برابر بٹھایا۔ مترجم کے ذریعے گفتگو شروع ہوئی۔ باہان نے معمولی بات چیت کے بعد لیکچر کے طریقے پر تقریر شروع کی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعریف کے بعد قیصر کا نام لیا اور فخر سے کہا کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے ترجمان الفاظ کا پورا ترجمہ نہیں کر چکا تھا کہ خالد نے باہان کو روک دیا اور کہا تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ہم نے جس کو سردار بنا رکھا ہے اس کو ایک لحظے کے لیے اگر بادشاہی کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو معزول کر دیں۔ باہان نے پھر تقریر شروع کی اور اپنے جاہ و دولت کا فخر بیان کرکے کہا کہ اہلِ عرب! تمہاری قوم کے جو لوگ ہمارے ملک میں آباد ہوتے ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیے۔ ہمارا خیال تھا کہ اس مراعات کا تمام عرب ممنون ہوگا۔ لیکن خلاف توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دو۔ تم کو معلوم نہیں کہ بہت سی قوموں نے بارہا ایسے ارادے کیے۔ لیکن کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب تم کو دکہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل، وحشی، اور بے سر و سامان نہیں، یہ حوصلہ ہوا ہے ہم اس پر بھی درگذر کرتے ہیں بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دیے جائیں گے

حضرت خالدؓ کا خطاب

باہان اپنی تقریر ختم کر چکا تو خالد اٹھے اور حمد و نعت کے بعد کہا کہ بلاشبہ تم دولت مند ہو، مالدار ہو، صاحب حکومت ہو۔ تم نے اپنے ہمسایہ عربوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی معلوم ہے لیکن یہ تمہارا کچھ احسان نہ تھا بلکہ اشاعت مذہب کی ایک تدبیر تھی جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ عیسائی ہو گئے اور آج خود ہمارے مقابلے میں تمہارے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں یہ سچ ہے کہ ہم خانہ بدوش، تنگ دست اور نہایت محتاج تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قوی کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے بہت سے خدا بنا رکھے تھے اور ان کو پوجتے تھے اپنے ہاتھ سے بت تراشتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا اور ایک پیغمبر بھیجا جو خود ہماری قوم سے تھا اور ہم میں سب سے زیادہ شریف، زیادہ فیاض، زیادہ پاک خو تھا۔ اس نے ہم کو توحید سکھائی اور بتا دیا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اور اولاد نہیں رکھتا وہ بالکل یکتا و یگانہ ہے اس نے ہم کو یہ بھی حکم دیا کہ ہم ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے — جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کرتا ہے اس کے ہم حامی محافظ ہیں جس کو دونوں سے انکار ہو اس کے لیے تلوار ہے۔

باہان نے جزیہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔" غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا۔ اور خالد اٹھ کر چلے آئے۔ اب اس اخیر لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں جس کے بعد رومی پھر کبھی نہ سنبھل سکے۔

خالد کے چلے جانے کے بعد باہان نے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ تم نے سنا اہلِ عرب کو دعویٰ ہے کہ جب تک تم ان کی رعایا نہ بن جاؤ ان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے تم کو ان کی غلامی منظور ہے؟ تمام افسروں نے بڑے جوش سے کہا کہ ہم مر جائیں گے مگر یہ ذلت گوارا نہیں ہو سکتی۔"

صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سر و سامان سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہو گئی۔ خالد نے یہ دیکھ کر عرب کے عام قاعدے کے خلاف نئے طور سے فوج آرائی کی فوج تیس پینتیس ہزار تھی اس کے چھتیس حصے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب کے ساتھ اسی قدر صفیں قائم کیں۔ قلب فوج ابوعبیدہؓ کو دیا۔ میمنہ پر عمرو بن العاص اور شرجیل مامور ہوئے میسرہ یزید بن ابی سفیان کی کمان میں تھا ان کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر مقرر کیے گئے چن کر ان لوگوں کو کیا۔ جو بہادری اور فنونِ جنگ میں شہرت عام رکھتے تھے۔ خطبا جو اپنے زور کلام سے لوگوں میں ہل چل ڈال دیتے تھے اس خدمت پر مامور ہوئے کہ پرجوش تقریروں سے فوج کو جوش [illegible] ئیں۔ انہیں میں ابوسفیان بھی تھے جو فوجوں کے سامنے یہ الفاظ کہتے پھرتے تھے۔

— ترجمہ —

عمرو بن العاص کہتے پھرتے تھے یارو! نگاہیں
نیچی رکھو، برچھیاں تان لو، اپنی جگہ پر جمے
رہو پھر جب دشمن حملہ آور ہوں تو آنے دو
یہاں تک کہ جب برچھیوں کی نوک پر آ جائیں
تو شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑو۔"

رسول اللہؐ کے جمال کے شاہد

فوج کی تعداد اگرچہ بہت کم تھی ۳۰، ۳۵ ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے لیکن تمام عرب میں منتخب تھے ان میں سے خاص دو بزرگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مبارک دیکھا تھا ایک ہزار تھے، سو بزرگ وہ تھے جو جنگ بدر میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب رہے تھے عرب کے مشہور قبائل میں سے دس ہزار سے زیادہ صرف ازد کے قبیلے کے تھے۔ حمیر کی ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ ہمدان، خولان، لخم، جذام وغیرہ کے مشہور سردار تھے اس معرکہ کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ امیر معاویہؓ کی ماں ہند حملہ کرتی ہوئی بڑھتی تھیں اور پکارتی تھیں۔ عَضِّدُوا الْغُلْفَانَ بِسُيُوفِكُمْ امیر معاویہؓ کی بہن جویریہ نے بھی بڑی دلیری سے جنگ کی۔ مقداد جو نہایت خوش آواز تھے فوج کے آگے آگے سورۃ انفال (جس میں جہاد کی ترغیب ہے۔ تلاوت کرتے جاتے تھے۔

ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار رومیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں کہ ہٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ جنگ کی ابتدا رومیوں کی طرف سے ہوئی۔ دو لاکھ کا ٹڈی دل ایک ساتھ بڑھا، ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لیے آگے تھے اور حضرت عیسٰیؑ کی جے پکارتے آتے تھے یہ سر و سامان دیکھ کر ایک شخص کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ اللہ اکبر کس قدر بے انتہا فوج ہے خالد نے جھلا کر کہا چپ رہ، خدا کی قسم میرے گھوڑے کے سم اچھے ہوتے تو میں کہہ دیتا کہ اتنی ہی فوج اور بڑھا لیں۔

باقی آئندہ

درسِ القرآن

از افاداتِ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور

قسط ۲۹

خلاصہ سورۂ بقرہ

اب سورہ بقرہ کا رکوع وار خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

یہود کو دعوت الی الکتاب

اہل کتاب کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور ان متقین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو قرآن کی تعلیم سے تیار ہوتے ہیں۔ البتہ جو لوگ راہ کفر اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنی بدعملیوں کے باعث فطرت انسانی کو مسخ کر لیتے ہیں۔ وہ قرآن سے ہرگز متاثر نہیں ہو سکتے۔ (رکوع ۱)

امراض المنافقین واقسامھم

متقیوں اور کافروں کے علاوہ ایک گروہ منافقین کا بھی ہے۔ جن پر قرآن کا پھیکا رنگ چڑھا۔ مگر دل میں اس تعلیم کے دشمن ہی رہے۔ ان کے دلوں میں عناد بالاسلام کا مرض ہے۔ ان کا دوسرا مرض فساد فی الارض ہے مسلمانوں میں مسلمان بنتے اور اعدائے اسلام میں ان کے بہی خواہ اور ہم مشرب کہلاتے ہیں۔ شامتِ اعمال کے باعث ان کا نورِ ایمان بجھ چکا ہے۔ یہ لوگ ناقابل اصلاح ہیں۔ یہ پہلی قسم کے منافق ہیں۔ (رکوع ۲)

دوسری قسم کے منافقین کی اصلاح کا قانون

دوسری قسم کے منافقین قابل اصلاح ہیں۔ ان پر نور کی جھلک پڑ جائے تو ہدایت پا سکتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلا کر نصیحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ جوڑنے کے لیے اتباع قرآن کرو۔ البتہ جن لوگوں کی تینوں قوتیں ایمانی، طبعی اور عقلی بیکار ہو چکی ہوں وہ قرآن حکیم کی تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ (رکوع ۳)

ضرورتِ الہام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں اپنا نائب بنایا کہ وہ اللہ کا قانون جاری کرے۔ پہلے انسان آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے علم دیا۔ جس کی وجہ سے انہیں فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی پھر آدم اور حوا کو چند روز کے لیے جنت میں قیام کرایا گیا۔ وہاں انہیں ایک شجر سے روکا گیا تھا۔ لیکن شیطان نے انہیں ڈگمگایا اور وہ بھول گئے۔ اس طرح انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ پھر خدا سے معافی مانگنی پڑی۔ معافی کے الفاظ بھی اللہ نے انہیں سکھائے۔ جب آدم علیہ السلام کے تعلق باللہ کی درستی بغیر الہام کے نہیں ہوئی۔ تو نسل آدم کے لیے یہ چیز بطریق اولیٰ ضروری ہو گی۔ آدم علیہ السلام اور ان کے واسطے سے نسل آدم کو مطلع کیا گیا کہ آئندہ تمہیں عزت تب ملے گی جب اللہ کی نازل کردہ ہدایات کی قدر کرو گے (رکوع ۴)

نئی ملہم من اللہ جماعت کی ضرورت

اہل کتاب کو تذکیر بآلاءِ اللہ یعنی نعمتیں بتا کر نصیحت کرنے سے قرآن کی طرف دعوت دی گئی ہے اور حق و باطل کو ملانے اور حق کو چھپانے سے منع کیا گیا ہے اور بدنی و مالی قربانی یعنی نماز و زکوٰۃ ادا کرنے اور مصائب میں صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مسلک خدا پرستوں کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ (رکوع ۵)

تذکیر بآلاء اللہ و بما بعد الموت سے یہود کو دعوت الی الکتاب اور ان کا دیہاتی اور قصباتی زندگی میں ناکام ہونا

اللہ تعالیٰ یہود کو اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی سے ڈراتے ہیں۔ یہود نے جب قومی ترقی کی اور پہلی منزل یعنی دیہاتی زندگی شروع کی تو اللہ کے حکم کی نافرمانی سے باز نہ آئے اور جب دوسری منزل یعنی قصبہ کی زندگی شروع کی تو اس میں بھی فسق و فجور کرتے رہے۔ (رکوع ۶)

شہری زندگی میں یہود کی ناکامی

یہود شہری زندگی میں بھی ناکام رہے اور وہاں بھی انہوں نے نافرمانی اور سرکشی کی۔ نبیوں کو قتل کیا، آیات اللہ کا انکار کیا۔ نتیجہ کے طور پر وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہوئے اور ان پر ذلت اور محتاجی کا عذاب مسلط کیا گیا۔ (رکوع ۷)

یہود کے امراض ثلاثہ

تمام قوموں کی نجات کا معیار یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور عمل صالح کریں۔ اس میں یہود کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یہود میں تین بیماریاں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لیے وہ گر گئے۔ پہلی بیماری تو لی یعنی اللہ کے حکم سے روگردانی ہے۔ دوسری حیلہ سازی ہے اور تیسری بیماری تعمق یعنی کرید کرنا اور الٹے پلٹے سوالات کرنا ہے تاکہ کسی طرح حکم کی تعمیل سے بچ جائیں۔ ان بیماریوں کی وجہ سے یہود کی جماعت بیکار ہو چکی ہے۔ اس لیے کسی نئی ملہم من اللہ جماعت کی ضرورت ہے جو اللہ کے حکموں پر عمل کرے اور کرائے۔ (رکوع ۸)

یہود کی علمی کمزوریاں

اللہ کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرو۔ یہود پر اس قدر مردگی طاری ہو گئی کہ وہ پتھروں سے بھی زیادہ بیکار ہو گئے۔ یہود میں آگے لگنے کی قابلیت نہیں رہی۔ وہ پیچھے لگ کر بھی کام نہیں کریں گے اور برابر رہ کر بھی کام نہیں دے سکیں گے۔ ان کے جاہل تو اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔ مگر ان کے علماء جھوٹ بول کر لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ (رکوع ۹)

یہود کی عملی کمزوریاں

یہود حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرتے اور خونریزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے دین کے مفاد پر آخرت کو قربان کر دیا ہے۔ (رکوع ۱۰)

یہود کے امراض مستمرہ ہیں

دعوت الی الحق دینے والوں سے دشمنی ان کی پرانی عادت ہے۔ مسلمانوں کے ماتحت رہ کر بھی کام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ نہ بات سمجھنا چاہتے ہیں اور نہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کا اسی لیے انکار کرتے ہیں کہ یہ نعمت بجائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل کو کیوں عطا ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو صرف تورات کو مانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم اور تورات اصولاً دونوں ایک ہیں۔ ان کا دعویٰ غلط ہے۔ اگر یہ تورات کو ماننے والے ہوتے تو اپنے نبیوں کو قتل نہ کرتے۔ انہوں نے خود حضرت موسیٰؑ کی مسئلہ توحید میں مخالفت کی اور تورات کی بھی توہین کی۔ (رکوع ۱۱)

حالتِ انحطاط میں یہود کا مشغلہ

یہود کو تمام باتیں واضح کر کے بتلا دی گئی ہیں لیکن وہ نافرمان ہیں۔ اور عہد شکنی ان کی پرانی عادت ہے اور اپنی اس حالت انحطاط میں خدا کی تعلیم کو چھوڑ کر شیطانی تعلیم کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اگر یہ لوگ ایمان لے آتے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق درست کر لیتے تو بہتر تھا۔ (رکوع ۱۲)

اہل کتاب سے مقاطعہ

یہود سے اشتراکِ عمل نہ کیا جائے یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ تمہیں کوئی بھلائی نصیب ہو۔ تحویل قبلہ پر اعتراض کرتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کو ایک حکم کے بعد دوسرا حکم دینے کی قدرت نہیں ہے کیا تم اللہ کو زمین اور

آسمان کا مالک نہیں سمجھتے۔ اس لیے مالک جو حکم چاہے دے سکتا ہے۔ اہل کتاب تمہیں مرتد بنانا چاہتے ہیں۔ جب تک اللہ انتقام کا حکم نہ دے اشتعال میں نہ آؤ۔ اور حکم قتال سے پہلے بدنی اور مالی قربانی کی مشق کرتے رہو۔ یہود کہتے ہیں کہ دنیا کی عزت نہ سہی، آخرت کی عزت کے فقط ہم مستحق ہیں اور جنت کے ہم وارث ہیں۔ وارثِ جنت کے لیے ایمان اور احسان یعنی نیکوکاری شرط ہے کیا تم میں یہ شرطیں پائی جاتی ہیں۔ (رکوع ۱۳)

بحث نسخ فی الشرائع قرآن سے پہلی شرائع منسوخ ہو چکی ہیں۔

یہود اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ ہر نبی کی آمد سے ایسا ہوتا ہے۔ وہ خود اپنی شریعت کو پہلی شرائع کا ناسخ مانتے ہیں۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کی ملت کے لیے ہمارا دین ناسخ ہے۔ اصل میں وہ اس بحث سے بیت اللہ الحرام اور اس کی ملحقہ مساجد کو غیر آباد کرنا چاہتے ہیں۔ مشرق و مغرب سب اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ جدھر چاہے توجہ کا حکم دے سکتا ہے۔ یہود و نصاریٰ دونوں خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ خدا ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ منصبِ رسالت کا مستحق کون ہے۔ اہل کتاب کبھی آپ سے راضی نہیں ہو سکتے۔ آپ ان کی پروا نہ کریں۔ مسلمان تو قرآن پڑھنے کا حق ادا کرتے ہیں۔ (رکوع ۱۴)

مسلمات یہود "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ بیت اللہ الحرام ہونا چاہیے۔"

اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور مرنے کے بعد کی زندگی سے ڈرو اور انصاف سے بتاؤ کہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے واقعہ کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ کون سا ہونا چاہیے — بیت الحرام یا بیت المقدس۔ حضرت ابراہیمؑ امام ہیں۔ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ دونوں نے بیت الحرام کو خداپرستوں کے لیے یادِ الٰہی کا مرکز بنایا اور اس شہر مکہ کے لیے برکت کی دعا کی اور اپنی اولاد میں سے امت مسلمہ پیدا کرنے اور اس کی رہنمائی کے لیے ایک رسول بھیجنے کے لیے بھی دعا کی جو انہیں اللہ کی آیات سنائے، کتاب و حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔ اب یہود انصاف سے بتائیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ بیت اللہ الحرام نہ ہے تو کیا سابقہ دعائیں پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر اب بھی وہ اپنا تحویلِ قبلہ والا اعتراض واپس نہ لیں تو معلوم ہوگا کہ انہیں دینِ ابراہیمی سے عداوت ہے۔ (رکوع ۱۵)

دین ہمارا مسلک یہود کے مسلم اعظیم بزرگوں والا ہے

ملت ابراہیمی سے اعراض حماقت کی دلیل ہے

ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے فرمانبردار تھے۔ ابراہیمؑ اور یعقوب علیہما السلام اپنی اولاد کو وفاداری کی وصیت کر گئے تھے۔ اگر یہود دینِ اسلام کو مان لیں تو بہتر ورنہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے کہلائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ یہودی اور نصرانی نہیں تھے۔ کیا انہیں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ علم ہے؟ (رکوع ۱۶)

تحویل قبلہ کا تحقیقی جواب اہل کتاب کی خوشنودی بیت المقدس کو

قبلہ بنانے سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ان کی خواہشات کے اتباع سے حاصل ہو سکتی ہے اور وہ بدترین جرم ہے (رکوع ۱۷)

پہلے چار رکوع میں متعدد جواب دیے جا چکے ہیں کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت اللہ الحرام کو کیوں قبلہ بنایا گیا۔ لیکن بے وقوف اب بھی مطمئن نہیں ہیں۔ جس طرح آپؐ کو بہترین قبلہ عطا فرمایا ہے اسی طرح امتوں میں سے آپؐ کی امت کو بہترین امت بنایا ہے۔ آئندہ بیت اللہ الحرام ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ اہل کتاب اسے قبلہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ کیونکہ یہ ظلم ہے۔ اہل کتاب بیت اللہ الحرام کی حقیقت سے اسی طرح آگاہ ہیں جس طرح اپنی اولاد سے۔ قبلہ کے معاملہ میں صحیح مسلک وہی ہے جو اللہ نے بتلا دیا۔ لہٰذا اس پر جمے رہو۔

۱۔ تلقین استقامت علی القبلہ
۲۔ باب تہذیب اخلاق کے دو مسائل ذکر۔ شکر

ہر امت کا قبلہ اپنا اپنا رہا ہے۔ قیامت کے دن دیکھا جائے گا کہ کس امت نے اپنے قبلہ کی قدر کی اور اس کی طرف توجہ کر کے یادِ الٰہی کا حق ادا کیا۔ اس لیے جہاں جاؤ قبلہ بیت اللہ الحرام ہی رہے۔ قبلہ کی طرح تمہارا رسول بھی بہترین ہے وہ تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

یہاں تک اہل کتاب سے مناظرہ ختم ہو گیا اب آگے آخر سورت تک ترقی کی پانچ منزلوں کا ذکر ہے یعنی (۱) تہذیب اخلاق یعنی اخلاقی و روحانی تربیت (۲) تدبیر منزل یعنی معاشی اور معاشرتی زندگی (۳) سیاست مدینہ میں ملک گیری یعنی قومی حکومت کا قیام (۴) سیاست مدینہ میں ملک داری یعنی قومی حکومت کا استحکام (۵) خلافت کبریٰ یعنی بین الاقوامی حکومت۔ پہلے باب تہذیب الاخلاق شروع ہوتا ہے۔

جس کی بنیاد قرآن حکیم کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ہے۔ جیسے کہ عملی آیات میں بیان ہوا۔ کہ آپ اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور تزکیہ کرتے ہیں اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

اس باب میں پانچ مسئلے ہیں (۱) ذکر (۲) شکر (۳) صبر (۴) دعا (۵) تعظیم شعائر اللہ — اس رکوع کی آخری آیت میں ذکر اور شکر کا حکم ہے کہ ہر ضرورت کے وقت اللہ کو یاد کرو۔ کام ہو جائے تو اس کا شکر بجا لاؤ۔ (رکوع ۱۸)

باب تہذیب اخلاق کے بقیہ مسائل ثلاثہ
صبر، دعا، تعظیم شعائر اللہ

اگر مطلب پورا ہونے میں دیر لگے تو صبر کے ساتھ اس کے دروازے پر پڑے رہو اور دعا کا سلسلہ جاری رکھو۔ جو لوگ منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے اللہ کی راہ میں مارے جائیں، تم انہیں مردہ نہ سمجھو۔ انہیں حیاتِ اخروی مل چکی ہے پہلے امتحانات آئیں گے لیکن صبر کرنے والوں کے لیے کامیابی کی بشارت ہے۔ انہیں چاہیے کہ مصیبت کے وقت اللہ کو پکاریں۔

محبت کا پیمانہ جب لبریز ہو جاتا ہے تو محبوب سے گزر کر متعلقاتِ محبوب بھی محبوب نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ذکر، شکر، صبر اور دعا محبت الٰہی کا پتہ دیتے ہیں۔ لیکن شعائر اللہ کی تعظیم بھی پیمانہ محبت کے فیضان کی دلیل ہے۔ چنانچہ صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں جن کا تعلق بیت اللہ کے ساتھ ہے۔ ان سب کی تعظیم کی جائے۔

نوٹ: امام ولی اللہ دہلویؒ کی تحقیق کے مطابق شعائر اللہ چار ہیں:۔

(۱) رسول اللہ (۲) کلام اللہ (۳) بیت اللہ اور (۴) صلوٰۃ یعنی عبادت اللہ۔

تدبیر منزل کے پانچ مسئلوں میں سے پہلا مسئلہ
کسب رزق

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خزانے اُبل رہے ہیں۔ اور اس نے انسان کو عقل دے دی ہے۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ عقل کے ذریعے اشیاء میں ترکیب و تحلیل کرے۔ اور رزق کمائے۔ حقیقی مولا اللہ ہے۔ اس لیے انسان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ حاجت روائی کے لیے اس کے دروازے پر ہاتھ پھیلائے اُسی سے لو لگائے اور غیر اللہ کے دروازے پر نہ جائے۔ (رکوع ۲۰)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (مینجر)

بحری قزاق

ریجنالڈ

اسلام کا بدترین دشمن

بیت المقدس پر عیسائیوں کو قابض ہوئے پون صدی گذر چکی تھی اپنے قبضہ کو بحال رکھنے کے لیے عیسائیوں نے بہت سے قلعے تعمیر کر لیے تھے۔ یہ قلعے نہایت محفوظ اور ناقابل تسخیر شمار ہوتے تھے ان کا جال پورے مشرق وسطیٰ میں اس ترتیب کے ساتھ پھیلایا گیا تھا کہ قافلوں کے اکثر راستے ان قلعوں کے نیچے سے ہو کر گذرتے تھے یورپ کے مجرموں، قاتلوں اور آوارہ لوگوں کے لیے یہ قلعے بہترین پناہ گاہ تھے زیادہ پذیرائی اسے بخشی جاتی جو اسلام دشمنی کا زیادہ مظاہرہ کرنے کی ہمت رکھتا تھا ایسے ہی افراد میں سے ایک کا نام ریجنالڈ تھا۔

ریجنالڈ دراصل بحری قزاق تھا۔ مار دھاڑ اس کی فطرت میں تھی وہ انسانی صفات سے یکسر عاری تھا۔ اس کے ہم عصر مورخ ابن شداد کی روایت کے مطابق "وہ انتہائی بے رحم، کینہ، اور بد دیانت شخص تھا۔" اس نے اپنے ایک جگری دوست پورس کی بیوی لنڈا کو جسے وہ اکثر بہن کہا کرتا تھا موقعہ پا کر اغوا کر لیا اور روپوش ہو گیا۔ پھر ایک دن وہ شام کے شہر انطاکیہ میں وارد ہوا جو طرطوس کے شمالی ریتلے علاقے سے پرے نہایت زرخیز علاقہ تھا اس خوبصورت قلعہ نما شہر پر ان دنوں عیسائیوں کا قبضہ تھا۔

ریجنالڈ فوج میں بھرتی ہو گیا۔ عمدہ نشانہ بازی کی بنا پر اس نے بہت جلد ترقی کر لی اور پھر جب اس کے پاؤں مضبوطی سے جم گئے اور اس کا اثر و رسوخ کافی بڑھ گیا تو اس نے یہ کہہ کر حاکم شہر کے خلاف بغاوت کرا دی کہ وہ مسلمانوں کا ہمدرد ہے اور سلطان نور الدین سے درپردہ ملا ہوا ہے نتیجہ کے طور پر حاکم شہر کو اپنا عہدہ چھوڑنا پڑا اور ریجنالڈ نے نئے حاکم کی حیثیت سے اختیارات سنبھال لیے۔

وہ انسانی صفات سے عاری ہونے کے باوجود انطاکیہ کے عوام میں بے حد مقبول تھا اس کی وجہ اس کے وہ انتہا پسند نظریات تھے جو وہ مسلمانوں کے خلاف رکھتا تھا اس کے زمانہ کے آرچ بشپ ولیم نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ وہ عموماً اسلام کے خلاف اشتعال انگیز باتیں کرتا ہے اور کھلم کھلا اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ عیسائیوں کو متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑنی چاہیے تاکہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔"

ریجنالڈ نے صرف زبانی جمع خرچ پر ہی اکتفا نہ کیا اس نے ایک شاندار فوج تیار کی اور سلطان نور الدین پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بہت بری طرح شکست کھائی اور آرچ بشپ ولیم کے کہنے کے مطابق "مسلمانوں نے اس کا سارا لشکر تہس نہس کر دیا اور اسے قید کر لیا۔"

پندرہ سال بعد اسے قید سے رہائی نصیب ہوئی۔ رہا ہونے کے فوراً بعد وہ بیت المقدس پہنچا جہاں اسے بیت المقدس کے کوڑھی بادشاہ بالڈون سے ملاقات کرنے کا موقعہ مل گیا۔ بالڈون اس کی سخت جانی، جابرانہ سرشت اور انتہا پسندانہ نظریات سے بہت متاثر ہوا اور اسے قلعہ کرک کا حاکم مقرر کر دیا۔

کرک کا ناقابل تسخیر قلعہ جسے بیت المقدس کی بیرونی فصیل ہونے کی حیثیت حاصل تھی۔ مثلث شکل میں ایک ایسی اونچی پہاڑی پر واقع تھا جس کے عین نیچے دو راستوں کا ملاپ ہوتا تھا ان میں سے ایک راستہ جنوب کی طرف مکہ کو جاتا جسے حاجیوں کی شاہراہ کہتے تھے۔ اور دوسرا راستہ مصر کو مڑ جاتا۔ ریجنالڈ کی قزاقانہ طبیعت کے پیش نظر یہ قلعہ جنت کی نظیر تھا وہ اور اس کے سپاہی ہمیشہ موقعہ کی تلاش میں رہتے اور جونہی کوئی قافلہ نیچے سے گذرتا وہ گھات سے نکل کر ان کو لوٹ لیتے وہ صرف لوٹ مار پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ قافلے کے تمام افراد کو قتل کر دیتے۔ ان کے نزدیک یہ ثواب کا کام تھا۔ اکثر رات کی تاریکی میں ریجنالڈ اپنے سپاہیوں کو لے کر قلعہ سے نکلتا اور مسلمانوں کے کسی گاؤں پر چھاپہ مار کر لوٹ مار کا میدان گرم کر دیتا اور بعد ازاں نوجوان لڑکیوں کو اٹھا لاتا۔

ایک بار اس نے مصری مسلمانوں کے ایک کارواں پر حملہ کیا۔ جب اس کے سپاہی بے گناہ مسافروں کو قتل کرنے لگے تو ایک مسافر بڑی دردناک آواز میں چلایا۔ یا رسول اللہ ——

—— یہ سن کر ریجنالڈ نے زوردار قہقہہ لگایا اور گستاخانہ انداز میں بولا "ہاں ذرا میں بھی دیکھوں، تمہارا پیغمبر کیسے تمہاری مدد کرتا ہے؟"

اس زمانہ میں سلطان نور الدین کی وفات ہو چکی تھی اور صلاح الدین نئے سلطان کی حیثیت سے مسند پر رونق افروز ہوا تھا کسی نے یہ سارا واقعہ سلطان کے گوش گذار کر دیا المقریزی کی روایت کے مطابق "نیا سلطان ایک دم جوش میں آ گیا اور غصہ سے کانپتے ہوئے بولا۔ اس ناپاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ اس درندہ کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے اس کے قلعہ پر اسلام کا جھنڈا لہراؤں گا۔"

لیکن سلطان کی اس جوشیلی تقریر سے بے خبر، ریجنالڈ کے ذہن میں ایک نیا منصوبہ پرورش پا رہا تھا وہ دراصل بیت المقدس کا بادشاہ بننے کا خواب دیکھ رہا تھا اسے معلوم تھا کہ موجودہ بادشاہ بالڈون کوڑھ کے شدید مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قریب المرگ ہے اور پھر وہ لاولد بھی ہے لیکن اس کے باوجود ریجنالڈ کو یہ بھی احساس تھا کہ بیت المقدس کی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے اسے کوئی مافوق الفطرت جنگی کارنامہ سرانجام دینا پڑے گا۔ ایسا جنگی کارنامہ جو اس کے حریفوں کو احساس کمتری میں مبتلا کر دے۔

ایسی مہم کون سی ہو سکتی ہے؟ اس پہ وہ مدتوں سوچتا رہا پھر ایک روز مے نوشی کے دوران اسے بہت دور کی سوجھی اسے خیال آیا کہ مسلمانوں کے متبرک مقام مکہ پر فوج کشی کر کے اس پر اگر قبضہ کر لیا جائے تو تمام مسیحی دنیا میں اس کے نام کا ڈنکہ بجنے لگے گا اور پھر بیت المقدس کی بادشاہت اس کے پاؤں میں ہو گی۔

ریجنالڈ نے نہایت رازدارانہ طور پر اس مہم کی تیاریاں شروع کیں اس نے اپنے مضبوط قلعہ کے اندر بحری جہاز بنوانے شروع کر دیئے۔ اس کا طریق کار یہ تھا کہ جہازوں کے مختلف حصے بنواتا اور ان پر سیاہ رنگ کرنے کے بعد الگ الگ اونٹوں پر لدوا کر بحیرۂ قلزم کے شمال میں پہنچا دیتا ساحل پر مختلف حصوں کو باہم جوڑ کر سمندر میں اتار دیا جاتا۔ سیاہ رنگ اس لیے پھیرا جاتا تھا کہ رات کے وقت جہاز کو نظروں سے اوجھل رکھا جا سکے۔ ریجنالڈ نے یہ سارا کام اس ہوشیاری، سرعت اور رازداری کے ساتھ کیا کہ مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔

جب سارے جہاز سمندر میں اتار لیے گئے تو اس نے مسلمانوں کی توجہ کو دوسری طرف مبذول رکھنے کے لیے خلیج عقبہ کے دہانے پر واقع مسلمانوں کی بندرگاہ ایلاس جس کی وجہ سے حال ہی میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی کو محاصرے میں لے لیا۔ دوسرے جہازوں میں اس نے بہت بڑی تعداد میں تجربہ کار بحری بیڑا اور عیا پوش سپاہیوں کو معہ آلات جنگ سوار کیا اور اپنی سرکردگی میں لے کر اس بحیرہ قلزم میں سفر کرنے لگا جس میں گذشتہ صدیوں سے عیسائیوں کو مداخلت کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی وہ جہازوں کو لے کر جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی زد میں حاجیوں کا جو جہاز بھی آیا وہ تباہ و برباد کر دیا گیا۔

سلطان صلاح الدین ان دنوں شمال میں تھا اسے خبر ملی کہ ریجنالڈ اپنے بحری بیڑے کو لے کر مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سلطان نے فوراً مصری ساحل سے ایک تیز رفتار بحری بیڑہ اپنے بھائی ملک العادل کی سرکردگی میں ان سر پھرے عیسائیوں کی سرکوبی کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔

ریجنالڈ اپنے سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ سے ایک دن کی مسافت پر پہنچ گیا عین اس وقت پیچھے سے ملک العادل نے اسے دبوچ لیا۔ ابن شداد کی روایت کے مطابق گھمسان کا رن پڑا بیشمار عیسائی قتل ہوئے اور جو گرفتار ہوئے انھیں بھی قاہرہ لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

اتنی بڑی فوج میں سے صرف ریجنالڈ بچ کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکا۔ وہ بصد مشکل، خستہ و خوار، واپس کرک پہنچا اور فوج کو از سر نو تیار کرنے لگا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اب وہ بھاری جمعیت کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہو لیکن وہ ابھی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ سلطان صلاح الدین اس کو اسکی گستاخیوں کی سزا دینے کے لیے بذات خود آن پہنچا مسلمانوں نے آناً فاناً میں قلعہ کی بیرونی دیواروں پر قبضہ کر لیا لیکن اس کے آگے گہری کھائی تھی جو قلعہ کے بیرونی حصہ کو اندرونی حصہ سے جدا کرتی تھی۔

کرک کا قلعہ واقعی ناقابل تسخیر تھا اس کی بلند دوہری دیواریں، پہاڑ کی عمودی چوٹی پر کھڑی تھیں اس میں بیشمار برج تھے۔ ہر برج سو فٹ اونچا تھا اور اونچی جگہ پر ایک مستقل

قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان پر کھڑے ہو کر اردگرد کا میلوں تک کا علاقہ نظر آتا تھا۔ کھائی کو بغیر پلوں کے عبور کرنا ناممکن تھا اس کے پل مشینوں سے رکھے اور اٹھائے جاتے تھے۔ قلعہ کے اندر غلام گردشوں میں ایک ہزار گھوڑے باندھے جا سکتے تھے۔ اس کے کمروں میں چھ ہزار آدمی باآسانی پناہ لے سکتے تھے۔ چٹان کی عمودی ڈھلان اس صورت میں تھی کہ آلات جنگ کسی بھی صورت میں مفید ثابت نہیں ہوتے تھے۔ مختصر یہ کہ قلعہ واقعی ناقابل تسخیر تھا سلطان نے خندق کے مقابل ڈیرے جا کر اندرونی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس محاصرہ کو تین ہفتے ہی گزرے ہوں گے کہ طبریہ کا حاکم اور بیت المقدس کی فوج کا سپہ سالار ریمنڈ تازہ دم فوج لے کر ریجنالڈ کی مدد کو آن پہنچا لیکن اس نے لڑنے کی بجائے سلطان سے صلح کی درخواست کی۔ چند روز کی باہمی گفت و شنید کے بعد پانچ سال کے لیے عارضی صلح طے پا گئی اس صلحنامہ کی بنیادی شرط یہ تھی کہ آئندہ سے عیسائی کسی مسلمان قافلہ کو نہیں لوٹیں گے۔

لیکن جونہی سلطان اور پھر ریمنڈ کرک سے روانہ ہوا ریجنالڈ کی نیت بگڑ گئی۔ اس نے ایک دن قاہرہ سے آنے والے ایک قافلہ کو لوٹ لیا۔ سلطان نے جب باز پرس کی تو ریجنالڈ نے کہلا بھیجا کہ عارضی صلح تو آپ کے اور ریمنڈ کے مابین طے پائی ہے اس لیے مجھ پر کوئی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔ یہ صریحاً فریب تھا لیکن فریب دہی تو اس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی +

سلطان کو جب یہ جواب ملا تو اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اس نے نہ صرف حاکم کرک بلکہ مشرق وسطیٰ کے سارے عیسائیوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے اپنے بھتیجے تقی الدین کو کچھ فوج دے کر انطاکیہ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ انطاکیہ کی فوج مقامی طور پر الجھ جائے اور بیت المقدس کی باقی فوج کی مدد نہ کر سکے۔ خود سلطان نے جون ۱۱۸۷ء میں دریائے اردن کو عبور کیا اور راستے میں حائل ہونے والے پہلے قلعہ طبریہ پر حملہ کر دیا۔ چند گھنٹوں میں مسلمانوں نے قلعہ کی بیرونی دیواروں پر قبضہ کر لیا جب یہ خبر بیت المقدس پہنچی تو نئے بادشاہ گائی نے اپنی صدارت میں ایک مجلس منعقد کی جس میں دوسرے فوجی افسروں کے علاوہ ریمنڈ اور ریجنالڈ بھی شامل تھے باہمی صلاح مشورے کے بعد یہ طے پایا کہ عیسائی فوج آگے بڑھ کر سلطان کی فوج پر حملہ کر دے تاکہ طبریہ کو بچایا جا سکے +

۳ر جولائی ۱۱۸۷ء کو بیس ہزار سے زاید عیسائی لشکر نے طبریہ کی طرف کوچ کیا سلطان کی فوج گہرے نشیب کے اوپر کنارے پر صف آرا تھی۔ یہ نشیب سیدھا طبریہ جھیل کی طرف کو جھکتا تھا جو سطح سمندر سے اندازاً چھ سو فٹ نیچے تھی۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ جب ہم مسلمانوں کی صفوں کو توڑ کر انھیں پیچھے دھکیلیں گے تو وہ سیدھے طبریہ جھیل میں گر پڑیں گے۔ اور جو مسلمان بچ کر راہ فرار اختیار کریں گے وہ قلعہ طبریہ کے محافظوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ دوسرے دن دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ عیسائی بڑے جوش میں تھے لیکن سورج ڈوبنے پر جب جنگ بند ہوئی تو معلوم ہوا کہ عیسائی لشکر کو شدید نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ دوسری صبح عیسائیوں نے بڑی بے دلی سے جنگ کا آغاز کیا۔ پہلے روز کے نقصان نے ان کو پراگندہ خیال کر دیا تھا ان کے برعکس مسلمانوں نے نہایت جذبہ سے جنگ لڑی چنانچہ ابتدائی چند گھنٹوں کے اندر اندر عیسائیوں کے قلب کی صفیں ٹوٹ گئیں۔

۴ر جولائی کو عیسائی فوج پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ لوبیہ گاؤں کے نزدیک پھر خونریز معرکہ ہوا یہ گاؤں سنگلاخ پہاڑیوں کی دو چوٹیوں کے درمیان نیچے واقع تھا اس معرکہ میں عیسائیوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا اب ان کی مجموعی تنظیم ختم ہو چکی تھی اور وہ محض مدافعت کے لیے انفرادی جنگ لڑ رہے تھے۔ دوپہر تک بچے کچھے سپاہی اپنے بادشاہ اور سپہ سالار کے ساتھ پسپا ہو کر حطین کے ٹیلہ پر جمع ہو گئے۔ مسلمان اس وقت آخری ضرب لگانے کے لیے بے چین ہو رہے تھے انھوں نے دشمن کو مکمل نرغہ میں لینے کے لیے اس کے عقب میں پھیلی ہوئی خاردار جھاڑیوں میں آگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں کی ہمت بالکل جواب دے گئی۔ انھوں نے فوراً ہتھیار ڈال دیے۔ اور اماں اماں چلانے لگے عیسائیوں کا سپہ سالار ریمنڈ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا لیکن چند روز بعد وہ راستہ ہی میں کمزوری، نقاہت اور صدمہ کے سبب مر گیا۔ بادشاہ گائی اور ریجنالڈ کے علاوہ بہت سے دوسرے فوجی افسر گرفتار کر لیے گئے۔ جب ان کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو ابن شداد

سُلطان صلاح الدّین ایوّبی
نے قسم کھائی
"میں بدعہد اور گستاخ کے سر پر غرور کو اپنے ہاتھوں سے قلم کروں گا۔"
خدا نے ان کا وعدہ پورا کر دکھایا۔

کی روایت کے مطابق سلطان نے ریجنالڈ سے کہا کیا تم وہی ہو جس نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مذاق اڑانے کے علاوہ مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کی جسارت کی تھی؟ ریجنالڈ خاموش رہا۔ سلطان بولا میں ہوں محمد مصطفیٰ کا ادنیٰ غلام جو ان کی ناموس کا محافظ ہے۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا اور تمہارے قلعہ پر اسلامی پرچم لہراؤں گا۔ پھر سلطان نے اس سے پوچھا کیا تم اسلام قبول کرنے پر رضامند ہو۔ ریجنالڈ نے انکار میں سر ہلا دیا اس پر سلطان نے اچانک اپنی تلوار نیام سے نکالی اور ایک ہی وار میں ریجنالڈ کا سر کاٹ کر علیحدہ کر دیا یہ دیکھ کر بادشاہ گائی اور دوسرے فوجی افسر خوف سے تھر تھر کانپنے لگے لیکن سلطان نے تلوار نیام میں ڈال لی۔ اور بادشاہ سے مسکرا کر کہنے لگا آپ مت ڈریں آپ کے ساتھ شاہی سلوک ہوگا۔ اس شخص کو یہ سزا اس لیے دی گئی کہ اس نے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کی جسارت کی تھی۔ اور ایسے شخص کو ہم مسلمان کبھی معاف نہیں کرتے" اس طرح سلطان نے اپنی قسم کا ایک حصہ پورا کر دیا یعنی اس نے اسلام کے بدترین دشمن کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا لیکن دوسرا حصہ ابھی باقی تھا یعنی قلعہ کرک پر اسلامی پرچم لہرانا +

معرکہ حطین میں نصرت حاصل کرنے کے بعد سلطان نے طبریہ قلعہ پر قبضہ کر لیا اور خود ساحل کے مضبوط ترین قلعہ عکہ کی جانب کوچ کیا عکہ والوں نے مزاحمت کیے بغیر شہر کے دروازے کھول دیے پھر سلطان حیفہ، صفوریہ، ناصریہ، اور قیصریہ پر قبضہ کرتا ہوا شمال کے قلعہ طبنین کے سامنے آن پہنچا اس کو فتح کرنے کے بعد وہ صور کی جانب بڑھا جو سمندر کے کنارے واقع تھا یہاں اسے خبر ملی کہ ملک العادل نے جافا تسخیر کر لیا ہے اور وہ اب بیت المقدس کی طرف بڑھ رہا ہے سلطان نے صور قلعہ کو چھوڑ دیا اور تیزی سے آگے بڑھتا ہوا اپنے بھائی سے جا ملا۔

جولائی کے آخر میں سلطان کی فوج نے فلسطین کی مرکزی بندرگاہ عسقلان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بارہ فٹ چوڑی دیواروں اور بلند برجوں والا یہ قلعہ ناقابل تسخیر مانا جاتا تھا قلعہ والوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا اس پر سلطان نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو عسقلان کی پشت سے بڑھنے کا حکم دیا۔ اس لشکر نے غازہ، دارم رملہ کے بعد پہاڑ پر واقع ایک نہایت مضبوط قلعہ ابلین کو بھی فتح کر لیا۔ جب یہ خبر عسقلان قلعہ والوں کو پہنچی ان کی ہمت جواب دے گئی چنانچہ ۴ ستمبر کو انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بیس ستمبر کو سلطان بیت المقدس کے باہر باب داؤد کے سامنے مغربی دیوار کے ساتھ مورچے بنا رہے تھے لیکن سلطان سمجھتا تھا کہ اس دیوار کی تسخیر آسان نہیں۔ چنانچہ اس نے ایک نئی جنگی چال سوچی۔ اسلامی لشکر کا ایک بڑا حصہ شمال مشرق کی جانب خندق کے ساتھ ساتھ منتقل کر دیا گیا اور دیوار کی بنیادوں کے نیچے سے راستہ بنانے کی کوشش کی جانے لگی ادھر عیسائیوں کی ایک بڑی فوج قلعہ کی برجیوں میں سے مسلمانوں پر سنگ باری کرنے کے علاوہ تیر برسا رہی تھی۔ جونہی فصیل میں شگاف ہوا مسلمان ایک ایک کر کے شہر کے اندر داخل ہونے لگے سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص سلطان تھا شہر کے اندر مسلمانوں کو بڑی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ عیسائیوں نے ہر گلی اور ہر سڑک پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن بہت جلد مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ بیت المقدس فتح کرنے کے بعد سلطان نے فوراً حکم جاری کیا کہ کسی عیسائی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی عبادت گاہ کو مسمار کیا جائے +

بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان ایک بار پھر قلعہ صور کی طرف بڑھا جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا اور مختلف مفتوحہ علاقوں سے بھاگے ہوئے عیسائی سپاہی بڑی تعداد میں یہاں جمع ہو چکے تھے سلطان نے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا کہ سردیوں کی بارشیں شروع ہو گئیں چنانچہ اسے محاصرہ ختم کر کے واپس دمشق آنا پڑا۔ اگلے سال یعنی ۱۱۸۸ء کے جون میں سلطان فوج لے کر پھر نکلا سب سے پہلے وہ طرابلس کی پہاڑیوں پر واقع قلعہ حصن الاکراد پر حملہ آور ہوا لیکن دوہری دیواروں کا یہ ناقابل تسخیر قلعہ اس وقت تک فتح نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ قلعہ طرطوس کی طرف سے آنے والی کمک کو نہ روک دیا جاتا چنانچہ سلطان حصن الاکراد کو چھوڑ کر طرطوس جا پہنچا اور جاتے ہی قلعہ پر حملہ کر دیا تھوڑی دیر بعد قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ طرطوس کے بعد سلطان نے انطاکیہ کے نواحی علاقوں کو تسخیر کیا اور پھر جبلہ اور لاذقیہ کے ساحلی قلعوں پر قبضہ کرتا ہوا جولائی کے آخر میں اس نے صہیون اور بکاس کو فتح کر لیا۔ ستمبر میں بغراس اور صفد کے قلعے بھی مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے یہاں سے سلطان پہاڑی قلعہ اسفد پر حملہ آور ہوا مختصر سی جنگ کے بعد قلعہ پر اس کا قبضہ ہو گیا اب اس کے سامنے کرک تھا۔ وہی کرک جو درندہ صفت ریجنالڈ کا مسکن ہوتا تھا اور جس پر اسلامی جھنڈا لہرانے کی سلطان نے قسم کھائی تھی۔ سلطان یہاں پہلے بھی ایک بار آیا تھا لیکن عارضی صلح ہونے پر واپس چلا گیا تھا یہ ناقابل تسخیر قلعہ سلطان کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اسلام میں سیاست خارجہ کا تصور

ایم طفیل، ایم اے

اسلامی سیاستِ خارجہ میں امن و دوستی کے معاہدوں کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے اگر دشمن کے ساتھ امن کا معاہدہ کر کے امن و سکون نصیب ہو سکتا ہے تو ایسا معاہدہ کرنے کی بھی اجازت ہے اور جب تک دشمن کی طرف سے اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہو مسلمانوں پر معاہدے کی پابندی فرض ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مدینہ کے یہود کے ساتھ امن و دوستی کا معاہدہ کیا تھا اور طرفین اس معاہدے کی رُو سے اس معاہدے کے پابند تھے کہ بیرونی حملے کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

اسلام نے دنیا کے سامنے جو نظامِ حیات پیش کیا ہے وہ چودہ سو سال سے انتہائی جامع و اکمل صورت میں انسان کے سامنے موجود ہے اس نظام کا کوئی پہلو نہ صرف یہ کہ تشنہ نہیں بلکہ ہر دور کے تقاضوں کو بدرجہ اتم پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ نظام فرد اور معاشرہ کے تعلقات سے لے کر اصولِ حکمرانی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ حکومت و اقتدار کا معاملہ صرف ریاست کی سیاستِ داخلہ تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ ہر ریاست کو بیرونی دنیا کے ساتھ بھی معاملات اور تعلقات قائم کرنے پڑتے ہیں یہ معاملات و تعلقات سیاستِ خارجہ کے دائرے میں آتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو جو نظامِ سیاست دیا ہے اس میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ملتِ اسلامیہ اور ایک اسلامی ریاست کے تعلقات دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ کس اساس و بنیاد پر استوار کیے جا سکتے ہیں۔ اسلامی نظامِ حیات کے اس پہلو کو اسلامی سیاستِ خارجہ کا نام دیا جاتا ہے +

چونکہ اسلامی سیاستِ خارجہ کا تعلق صرف ملتِ اسلامیہ سے ہے اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اسلام کے نظریہ ملت و قومیت کو واضح کر دیا جائے تاکہ اسلامی سیاست خارجہ کا تصور پوری طرح ابھر کر سامنے آسکے اور شک و شبہات کے سائے اس تصور کو دھندلا نہ سکیں، اسلام کے نظریہ ملت و قومیت کو دورِ حاضر کے مروجہ سیاسی نظریات سے کوئی تعلق نہیں اسلام کے تصورِ ملت کی بنیاد نظریاتی قومیت پر ہے وہ رنگ و نسل، زبان اور جغرافیائی حدود و قیود کو ملتِ اسلامیہ کی تشکیل میں ایک عنصر تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں اسلام کسی جغرافیائی، نسلی یا لسانی وحدت کو بالکل تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی ان اختلافات کو کوئی اہمیت دیتا ہے جو جغرافیائی، نسلی یا لسانی رنگا رنگی سے جنم لیتے ہیں +

• ملت و قومیت کی تشکیل

اسلام کے تصورِ ملت و قومیت کی تشکیل ان نظریات سے ہوتی ہے جو اسلام نے مسلمانوں کو عطا کیے ہیں اور مسلمانوں نے ہر دور میں اپنے خونِ جگر سے اس تصورِ ملت و قومیت کی آبیاری کی ہے یہ وہ نظریات ہیں جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو رشتہ وحدت میں منسلک کر دیتے ہیں اور اسی طرح ملت اسلامیہ کی تشکیل عمل میں آتی ہے گویا اسلامی قومیت کی بنیاد ایک نظریاتی بنیاد پر اٹھائی گئی ہے اور اسلام کا یہ تصور قومیت کسی نسلی، لسانی یا جغرافیائی اختلافات کو سنگ راہ نہیں بننے دیتا اسلامی قومیت کی عمارت کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی بنیاد پر اٹھائی گئی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں رہنے والا کسی بھی رنگ و نسل کا کوئی شخص جب یہ کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کے زمرے میں آ جاتا ہے اس طرح انسانوں کا جو گروہ پیدا ہوتا ہے وہ رنگ و نسل اور زبان کے اختلافات کے باوجود ملتِ اسلامیہ کا ایک جزو بن جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کُلُّ مومن اِخوۃ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں گویا اسلام کا نظریہ قومیت اتنا مضبوط اور مستحکم ہے کہ یہاں اجنبیت کی تمام دیواریں منہدم ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم ملتِ اسلامیہ کی وحدت کو کس قدر حسین و بلیغ پیرایے میں بیان کرتا ہے۔ سورہ المومنون میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور بلاشک و شبہ تمہاری امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پالنے والا ہوں بس تم تقوی اختیار کرو ـــــ قرآنِ حکیم مسلمانوں کو یہ احساس بھی دلاتا ہے کہ اب چونکہ قیامت تک کوئی دوسری امت پیدا نہیں کی جائے گی لہٰذا پوری نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا فرض بھی اب ملتِ اسلامیہ ہی کو انجام دینا ہے چنانچہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ تم میں سے ایسا گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے (اشارہ علمائے حق کی طرف ہے)

قرآنِ حکیم نے مسلمانوں کو جو عظیم ذمہ داری سونپی ہے اس کی بنیاد اس آیتِ مبارکہ پر ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

تم وہ بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا
تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرو برائی سے روکتے رہو اور
خدا پر ایمان رکھو۔

یہ ہے قرآنِ حکیم کا وہ تصورِ قومیت و ملت جو چودہ سو سال قبل مسلمانوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور قیامت تک اس میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ دراصل اسلامی قومیت کی تشکیل کے تمام پہلو بھی اسلامی سیاستِ خارجہ ہی کے اجزا ہیں انہیں اس سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنِ حکیم نے انسان کی تخلیق کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝

ہم نے جن و انس کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

مسلمان وہ ہے جو صرف خدا کی اطاعت و بندگی کو اپنا شعار بناتا ہے پس اسلامی سیاست خارجہ کا اولین اصول یہ ہے کہ وہ ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کی سیاسی آزادی کی ذمہ داری قبول کرتی ہے اور کسی دوسرے کی سیاسی غلامی کو برداشت نہیں کرتی اس لیے کہ سیاسی غلامی خدا کے ساتھ ایک مسلمان کے اس رشتہ کی راہ میں سنگِ گراں بن جاتی ہے جس کا ذکر آیتِ بالا میں کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدا کے دور میں جب بعض انتہائی مجبور و مفلس افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے ان میں سے بعض قریشِ مکہ کے زرخرید غلام تھے ان مقہور و مظلوم انسانوں نے غلام رہتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق کی جرأت کی تو انھیں خوفناک اذیتیں دی گئیں۔ چنانچہ خوشحال اور فارغ البال مسلمانوں نے انھیں قریشِ مکہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ موذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال حبشیؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے، یہ اسلامی سیاستِ خارجہ کا جذبہ ہی تھا جو محمد بن قاسم کو ایک مظلوم مسلمان عورت کی پکار پر دمشق سے دیبل کھینچ لایا۔ اسلام چونکہ امن و سلامتی کا دین ہے اس لیے وہ ہر خطہ زمین سے ظلم و ستم کو مٹانے اور صلح و آشتی کے فروغ کا داعی ہے۔ اس کی یہ ہمدردی صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ اگر کوئی غیر مسلم بھی ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی مسلمان سے امداد و تعاون کا خواستگار ہے اور دادرسی چاہتا ہے تو اسلامی سیاستِ خارجہ کا تقاضا ہے کہ اسے بھی ظلم سے نجات دلائی جائے سپین پر مسلمانوں کا حملہ اسی جذبے کا مظہر تھا۔

اسلام انسانی زندگی کو خدا کی مقدس امانت قرار دیتا ہے وہ خون ریزی کو قطعاً پسند نہیں کرتا جو لوگ خدا کی زمین پر فساد پھیلاتے ہیں قرآن حکیم نے ان کی شدید مذمت کی ہے اور ان پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

• فرعون کے مظالم

قرآنِ حکیم نے فرعون کے مظالم میں سے ایک ظلم یہ بھی گنوایا ہے کہ وہ خدا کی زمین پر فساد پھیلاتا تھا۔ پس اسلام کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اصول امنِ عالم کا قیام بھی ہے وہ انسانی زندگی کی حرمت کو بلا امتیاز مذہب اور رنگ و نسل کے تسلیم کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جس نے بلا کسی عذر کے ایک شخص کو موت کے گھاٹ اتارا گویا اس نے پوری نسلِ انسانی کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک شخص کی جان بچالی اس نے گویا پوری نسلِ انسانی کو بچا لیا +

یہی وجہ تھی کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ مجھے ایک مسلمان کے ایک خون کا قطرہ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج سے زیادہ عزیز ہے۔ جب ایرانیوں اور رومیوں سے جنگیں طول پکڑ گئیں تو فرمایا کہ کاش ہمارے اور ان کے درمیان

ہو ہے کی ایک دیوار حائل ہوتی۔ قرآن بلاوجہ انسانی خون بہانے کو گناہِ عظیم قرار دیتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہوگا سورۃ المائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

جس کسی نے قصاص لینے یا خدا کی زمین پر فساد پھیلانے والوں کو سزا دینے کے علاوہ کسی انسان کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ حق و باطل کا معرکہ ازل سے جاری ہے ابد تک جاری رہے گا۔ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی کی ستیزہ کاریاں جاری رہیں گی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کبھی بھی امن و صلح کی فضا قائم نہ ہونے دی جائے۔ اسلامی سیاستِ خارجہ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر دشمن تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے تو اسے جھٹک نہ دو بلکہ تم بھی اس کی طرف دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھاؤ۔ سورۃ انفال میں ارشاد ہوتا ہے۔

اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی ان کی طرف جھک جاؤ اور اپنے آپ پر بھروسہ رکھو۔

• اسلامی سیاستِ خارجہ

اسلامی سیاستِ خارجہ میں امن و دوستی کے معاہدوں کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے اگر دشمن کے ساتھ امن کا معاہدہ کر کے امن و سکون نصیب ہو سکتا ہے تو ایسا معاہدہ کرنے کی بھی اجازت ہے اور جب تک دشمن کی طرف سے اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو مسلمانوں پر معاہدے کی پابندی فرض ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مدینہ کے یہود کے ساتھ امن و دوستی کا معاہدہ کیا تھا اور طرفین اس معاہدے کی رُو سے اس بات کے پابند تھے کہ بیرونی حملے کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

بین الاقوامی سطح پر ہر قوم کو کسی نہ کسی دوسری قوم یا ملک کے ساتھ کچھ معاہدے اور معاملات کرنے پڑتے ہیں۔ کسی بھی ملک کی بیرونی ساکھ اور عزت و وقار میں اس بات کا بڑا دخل ہوتا ہے کہ وہ ملک دوسرے ممالک کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی کہاں تک پابندی کرتا ہے معاہدہ شکنی بھی دراصل خدا کی زمین پر فساد پھیلانے کا موجب بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کسی طور پسند نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بین الاقوامی معاملات میں اس بات کی سختی سے پابندی کریں۔ اسلام صرف اسی صورت معاہدے کو توڑنے کا حکم دیتا ہے جب فریقِ مخالف اس میں پہل کر چکا ہو۔ چنانچہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۰ (المائدہ)

اے ایمان والو اپنے معاہدے پورے کرو

سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا

اور دیکھو عہد کو پورا کرو۔ عہد کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

• صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ میں: بظاہر بعض شرائط ایسی تھیں جو بظاہر ملتِ اسلامیہ کے مفادات کے خلاف نظر آتی تھیں، معاہدے سے قبل بعض حلقوں کی طرف سے ان پر اعتراض بھی ہوا لیکن قیامِ امن کی خاطر مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا اور پھر جب تک کفارِ مکہ نے اس کی خلاف ورزی نہیں کی مسلمانوں نے اس کی پوری پوری پابندی کی۔ ایک جنگ کے موقعہ پر ایک سپاہی نے بعض ایسے افراد کو جان کی اماں دے دی جو واجب القتل تھے امیرِ لشکر کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ہم اس کی اماں کو قبول کرتے ہیں اور اس کی پابندی کریں گے۔

اسلامی سیاستِ خارجہ کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ عدل و انصاف کے وقت دوستی اور دشمنی کے رشتے اس راہ میں حائل نہ ہوں اس لیے کہ قرآنِ حکیم نے مسلمانوں کو "بہترامت" قرار دیا ہے جسے نوعِ انسانی کی رشد و ہدایت کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ نیکی پھیلانے اور بدی کے روکنے کا حکم دیا گیا ہے پس ضروری ہے کہ اسلامی سیاستِ خارجہ کے اصول کے مطابق دوست دشمن کے ساتھ معاملات کرتے وقت انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ قرآنِ حکیم مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا ۰ اور دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں راہِ انصاف سے ہٹا دے +

ظالم کے ساتھ تعاون کرنا بذاتِ خود بہت بڑا ظلم ہے جو لوگ اپنی سرشت کے اعتبار سے خدا کی زمین کو انسانی خون سے لالہ زار بنانے پر تلے رہیں اسلام مسلمانوں کو ان سے مبارزت کرنے اور اس فتنہ کو ختم کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے +

اسلام امن و سکون کا داعی ہے لیکن اس امن کے قیام کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ فتنہ پروروں کا قلع قمع کیا جائے ورنہ شر و فساد سے معاشرے کا امن و سکون برباد ہوتا رہے گا اسلامی سیاستِ خارجہ کے تحت فتنہ پروروں کے خاتمہ کے لیے مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہے تاکہ ان کی مکمل طور پر بیخ کنی ہو جائے اور امن و اماں کے ساتھ یہ زمین اپنے پیدا کرنے والے کے نور سے جگمگا اٹھے قرآن یہاں اسلامی سیاستِ خارجہ کے لیے یہ رہنما اصول پیش کرتا ہے

وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ۰

اور ان سے (فتنہ پروروں) سے اس وقت تک مبارزت کرو جب تک فتنہ کی پوری طرح بیخ کنی نہ ہو جائے اور اس کا وجود مٹ نہ جائے۔ اور دین صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہو جائے (یعنی دین کا مکمل غلبہ ہو جائے) (البقرہ)

• ظلم و تعدی کا جواب

اسلام مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی یا ظلم کرے تو وہ اس کے برابر اس پر ظلم و زیادتی کر کے اس کا بدلہ چکا دے۔ قتل خواہ کسی مسلمان کے ہاتھوں سے ہو یا غیر مسلم کے ہاتھوں سے اس کا قصاص لیا جا سکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر کوئی عفو و درگذر سے کام لے تو اسے اجرِ عظیم کی بشارت بھی دی گئی ہے سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ۰ جو تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی اس کے برابر اپنا بدلہ لے سکتے ہو۔ لیکن اسلام عفو و درگزر اور حسنِ سلوک کو زیادہ پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ وہ بین الاقوامی تعلقات میں اگرچہ برائی کے برابر برائی کرنے کی اجازت بھی دیتا ہے لیکن عفو و درگذر اور برائی کو نیکی کے ذریعے مٹا دینے کی پالیسی کو زیادہ پسند کرتا اور اسے قابلِ ترجیح گردانتا ہے کیونکہ برائی کی آگ نیکی کے پانی سے اس طرح بجھ جاتی ہے کہ اس کے دوبارہ بھڑک اٹھنے کا کوئی خدشہ ہی باقی نہیں رہتا۔ قرآن کہتا ہے کہ نیکی نیکی ہے اور بدی بدی۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ۰ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۰ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوا کرتی آپ برائی کو نیکی سے دفع کر دیا کیجیے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ آپ کا دوست بن جائے گا۔ اور عداوت ختم ہو جائے گی۔

• اسلامی سیاستِ خارجہ اور اخوتِ انسانی

اسلام میں خارجہ پالیسی کا تصور ایسا ہے کہ اس میں پوری نوعِ انسانی کو ایک برادری کی شکل دینے کی ترغیب موجود ہے۔ اسلام تمام انسانوں کو ایک ہی قانون کا پابند بنانا چاہتا ہے اور وہ پابندی خدا اور بندے کے ایک ایسے رشتہ کی شکل میں بیان کی گئی ہے جسے ہم تخلیقِ کائنات کا مقصدِ وحید قرار دے سکتے ہیں۔ وہ پابندی یہ ہے کہ انسان صرف خدا کو اپنا معبود سمجھے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے جو لوگ اس پابندی کو قبول کر کے ایک قانون کے تابع ہو جائیں وہ ایک برادری میں منسلک سمجھے جائیں گے اور جوں جوں اس قانون کا دائرہ وسیع ہو جائے گا پوری انسانی برادری اس میں منسلک ہوتی چلی جائے گی۔ یوں ایک عالمی برادری قائم ہو جائے گی۔ اسلام تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ تمام انسان ایک مرد اور عورت سے پیدا ہوئے ہیں۔ جہاں کسی کو کسی دوسرے پر فوقیت و برتری صرف عمل و کردار کی وجہ سے ہی دی جا سکتی ہے کیونکہ — خدا کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پس یہی چیز شرفِ انسانیت ہے۔

یہ ہے اسلام کی سیاستِ خارجہ جس کی بدولت وہ پوری انسانیت کو ایک برادری بناتا اور صرف عمل و کردار سے انسانوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ وہ اصول ہیں جن کی بنیاد پر اسلامی سیاستِ خارجہ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے +

بقیہ :- ریجنالڈ

سلطان نے اپنا خیمہ قلعہ کی فصیل کے بالکل سامنے لگوا لیا سردیوں کا زمانہ تھا، ٹھنڈی یخ ہواؤں کے ساتھ موسلا دھار بارشیں بھی ہو رہی تھیں۔ ساری پہاڑی پر کیچڑ دلدل کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود سلطان نے عزم کیا ہوا تھا کہ وہ اس قلعہ کو فتح کیے بغیر نہ جائے گا۔ ڈیڑھ ماہ تک سخت مقابلہ ہوتا رہا اہلِ قلعہ نے شدید مزاحمت کی لیکن مسلمانوں کے جذبہ کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ آخر کار پانچ جنوری ۱۱۹۰ء کو اہلِ کرک نے ہتھیار ڈال دیئے اور سلطان صلاح الدین نے اپنے ہاتھوں سے قلعہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد یہ دوسرا موقعہ تھا جب سلطان اور سپاہیوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ سلطان کی قسم پوری ہو چکی تھی۔ ریجنالڈ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا تھا۔ اور اس کے قلعہ پر جسے ناقابلِ تسخیر کہا جاتا تھا نہایت شان و شوکت کے ساتھ اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔

شانِ اصحاب رسول — (حضرت مجدد رح کے مکتوبات کی روشنی میں)

خلافتِ صدیق رضؓ اور حضرت علی رضؓ

از: پروفیسر حافظ عبدالمجید، چکوال

حضرت علی رضؓ اور افضلیت صدیق رضؓ

مخالفین اہل السنت کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ پہلے سادہ لوح سنیوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ امتِ محمدیہ میں سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب کسی جاہل سنی کے دماغ میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے تو پھر ان کا اگلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب حضرت علی رضؓ سب سے افضل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بھی ان کا ہی حق ہے اور اس طرح گویا وہ ثابت کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق نہ تھی۔ اس طرح یہ لوگ بے علم سنیوں کو صحابۂ کرام رضؓ سے اور مذہب اہل السنت والجماعت سے بیزار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن مذہب اہل السنت والجماعت کی حقانیت کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ خود حضرت علی رضؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ صدیق اکبر رضؓ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رح نے اپنے متعدد مکاتیب میں اس حقیقت کو تحریر فرمایا ہے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"امام ذہبی رح فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ سے اپنی خلافت و حکومت کے زمانہ میں ان کے تابعداروں کے جم غفیر کے درمیان تواتر سے ثابت ہے۔ کہ ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ تمام امت سے افضل ہیں۔ پھر امام ذہبی رح نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حضرت علی رضؓ سے اسّی آدمیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہے۔ اور (امام ذہبی نے) ایک جماعت کو گن کر بتایا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ خدا رافضیوں کا برا کرے یہ کیسے جاہل ہیں۔

اور امام بخاری رح نے اپنی صحیح میں جو کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں سے صحیح ہے۔ حضرت علی رضؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت علی رضؓ اس طرح فرمایا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضؓ۔ پھر ایک اور شخص — تو ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے عرض کیا کہ پھر آپ۔ تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میں تو ایک عام مسلمان آدمی ہوں۔ اس قسم کی اور بہت روایتیں حضرت علی رضؓ اور اکابر صحابہ و تابعین سے مشہور ہیں۔ جن سے سوائے جاہل یا متعصب کے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔" (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۱۵)

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:—

"حضرت امیر سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت و مملکت کے زمانہ میں بڑی بھاری جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ اس امت میں سب سے بہتر ہیں۔ جیسے کہ امام ذہبی نے کہا ہے اور امام بخاری رح نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضؓ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ابوبکر رضؓ ہیں پھر حضرت عمر رضؓ، پھر ایک اور آدمی۔ پس ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر آپ۔ فرمایا کہ میں تو ایک عام مسلمان ہوں۔"

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۳۶)

اسی مکتوب میں ایک دو سطر بعد تحریر فرماتے ہیں:—

"عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال نہ دیکھی تو بے اختیار شیخین رضؓ کی افضلیت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی رضؓ شیخین رضؓ کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں تو میں بھی حضرت علی رضؓ کے فرمانے کے بموجب شیخین رضؓ کو حضرت علی رضؓ پر فضیلت دیتا ہوں۔ یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علی رضؓ کی محبت کا دعوےٰ کروں پھر ان کی مخالفت کروں۔"

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۳۶)

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:—

"حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ پر فضیلت دے وہ مفتری ہے۔ میں اس کو اسی طرح کوڑے لگاؤں جس طرح مفتری کو لگاتے ہیں۔"

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷)

ایک اور مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رح تحریر فرماتے ہیں:—

حضرت امیر رضؓ نے بھی حضرات شیخین رضؓ کی افضلیت کا حکم کیا ہے۔ امام ذہبی نے جو بزرگ محدثین میں سے ہیں فرمایا ہے کہ اس نقل کو حضرت امیر رضؓ سے اسّی آدمیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے بھی جو اکابر شیعہ میں سے ہے اس نقل کے بموجب حضرات شیخین رضؓ کی افضلیت کا حکم دیا ہے اور اس عبارت میں بیان کیا ہے۔ أَفْضَلُ الشَّيْخَيْنِ لِتَفْضِيلِ عَلِيٍّ اِيَّاهُمَا عَلٰى نَفْسِهٖ وَ اِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا. كَفٰى لِيْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّهٗ ثُمَّ اُخَالِفَهٗ - (میں شیخین رضؓ کو اس لیے افضل جانتا ہوں کہ حضرت علی رضؓ نے خود اپنے آپ پر ان کو فضیلت دی ہے۔ ورنہ میں کبھی ان کو فضیلت نہ دیتا۔ مجھے اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ میں حضرت علی رضؓ سے محبت رکھوں، پھر ان کی مخالفت کروں۔"

(مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۲۴)

حضرت علی رضؓ اور تقیہ

خلفائے ثلاثہ رضؓ کے مخالفین کے سامنے جب یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت صدیق رضؓ کی افضلیت کا اعلان کیا ہے۔ خلفائے ثلاثہ رضؓ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ حضرت علی رضؓ نے ان کی بیعت کی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اگر حضرت علی رضؓ اپنے آپ کو خلافت کا حقدار سمجھتے تو حضرات خلفائے ثلاثہ رضؓ کے خلاف اعلانِ جہاد کرتے یا کم از کم ان کی خلافت کو تسلیم نہ کرتے اور ان کی بیعت نہ کرتے تو مخالفین صحابہ رضؓ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے تقیہ کیا۔ یعنی بظاہر ان کی خلافت کو مان لیا لیکن دل سے نہیں مانا۔ تقیہ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رح ارشاد فرماتے ہیں:—

"دانا لوگ جانتے ہیں کہ تقیہ جبانت یعنی بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے۔ بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک دن، دو دن کے لیے اگر تقیہ جائز سمجھا جائے تو ہو سکتا ہے۔ اسد اللہ میں تیس سال تک اس بزدلی کی صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت برا ہے۔ اور جب صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ ہے تو پھر بھلا دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہو گا۔ کاش! یہ لوگ اس امر کی برائی کو سمجھتے۔ شیخین رضؓ کی تقدیم و تعظیم سے اس لیے بھاگتے ہیں کہ اس میں حضرت امیر کی اہانت ہے۔ اور تقیہ اختیار کر لیا ہے۔ اگر تقیہ جو اربابِ نفاق کی صفت ہے اس کی برائی کو سمجھتے تو ہرگز تقیہ کو جائز قرار نہ دیتے۔ اور دو بلاؤں میں سے آسان کو اختیار کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ شیخین رضؓ کی تقدیم و تعظیم میں حضرت امیر رضؓ کی کچھ اہانت نہیں۔"

(مکتوبات دفتر دوم۔ مکتوب ۳۶)

اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:—

"مخالف لوگ خلفائے ثلاثہ رضؓ کی حقانیت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی خلافت کو تعصب اور تغلب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سوا امام برحق کسی کو نہیں جانتے اور اس بیعت کو جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے خلفائے ثلاثہ رضؓ کے ہاتھ پر واقع ہوئی تھی۔ تقیہ پر حمل کرتے ہیں اور اصحاب کرام کے درمیان احمقانہ محبت خیال کرتے ہیں۔ اور مدارات میں ایک دوسرے کو مکار تصور کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے موافق لوگ ان کے مخالفوں کے ساتھ تقیہ کے طور پر منافقانہ محبت رکھتے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہوتا اس کے برخلاف اپنی زبان پر ظاہر کرتے تھے اور مخالف بھی چونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوستوں کے دشمن تھے اس لیے ان کے ساتھ منافقانہ محبت کرتے تھے اور دشمنی کو دوستی کے لباس میں ظاہر کرتے تھے۔

پس ان کے خیال میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب منافق اور مکار تھے۔ اور جو ان کے باطن میں ہوتا تھا اس کے برخلاف ظاہر کرتے تھے۔ پس چاہیے کہ ان کے نزدیک اس امت میں سے بدترین صحابہ کرام رضؓ ہوں۔ اور تمام صحبتوں میں سے بدتر صحبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہو۔ جہاں سے یہ اخلاق ذمیمہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور تمام قرنوں میں سے برا اصحاب کرام کا قرن ہو جو نفاق و عداوت و بغض و کینہ سے پُر تھا حالانکہ حق تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ان کو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ فرماتا ہے اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ مُعْتَقَدَاتِهِمُ السُّوْءِ (اللہ ہمیں ان کے بُرے عقائد سے محفوظ رکھے۔)

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۳۶)

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

"اگر بالفرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو حضرت رضؓ کے ان اقوال میں کیا کہیں گے جو بطریق تواتر شیخین رضؓ کی افضلیت میں منقول ہیں۔ اور ایسے ہی حضرت امیر کے ان کلماتِ قدسیہ میں کیا جواب دیں گے جو ان کی خلافت و حکومت کے وقت خلفائے ثلاثہ رضؓ کی خلافت کے حق ہونے میں صادر ہوتے ہیں۔ کیونکہ تقیہ اسی قدر ہے کہ اپنی خلافت کی حقانیت کو چھپا لے اور خلفائے ثلاثہ رضؓ کی خلافت کا باطل ہونا ظاہر نہ کرے۔ لیکن خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا اظہار کرنا اور شیخین رضؓ کی افضلیت کا بیان کرنا اس تقیہ سے الگ کوئی بات ہے جس میں صدق و صواب کے سوا کوئی تاویل نہیں ہو سکتی اور تقیہ کے ساتھ اس کا دور کرنا ناممکن ہے۔" (مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

خلاصہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مذکورہ بالا مکتوبات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

۱۔ اسّی سے زیادہ آدمیوں نے حضرت علی رضؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے یہ اعلان کیا کہ ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ سب سے افضل ہیں۔

۲۔ حضرت علی رضؓ نے اعلان فرمایا تھا جو مجھے حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ پر فضیلت دے وہ مفتری ہے اور مفتری ہونے کی وجہ سے اس کو کوڑے کی سزا دی جائے گی۔

۳۔ عبدالرزاق جو شیعہ اکابر میں سے تھا۔ اس کا قول ہے کہ جب حضرت علی رضؓ شیخین کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے تو ان کا محب ہوتے ہوئے اس کے خلاف عقیدہ کیسے رکھ سکتا ہوں۔

۴۔ تقیہ بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ خدا کے شیر میں یہ صفت کیسے پائی جا سکتی ہے۔

۵۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کا شیر تیس سال تک تقیہ کرتا رہا ہو۔

۶۔ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہے تو پھر تقیہ جو منافقوں کی صفت ہے اس پر اصرار کرنا کس قدر بُرا ہوگا۔

۷۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ حضرت علی رضؓ نے تقیہ پر عمل کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ تمام صحابہ کرام رضؓ میں مکاری اور نفاق تھا۔

۸۔ اگر صحابہ کرام رضؓ کو منافق اور تقیہ باز سمجھا جائے تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی خامی ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے فیضِ صحبت سے یا تو منافق تیار ہوئے یا تقیہ باز۔ کوئی بھی ایسا مرد مجاہد پیدا نہ ہوا جو خلافت غصب ہونے کے خلاف آواز اٹھاتا اور خلافت مستحق خلافت کو واپس دلوانے کے لیے کوشش کرتا۔

۹۔ لیکن ایسا سمجھنا تمام صحابہؓ کی توہین ہے، اہل بیت کی توہین ہے، حضرت علی رضؓ کی توہین ہے اور سید الانبیاء، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کی توہین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس ہستی کو تمام انبیاء کا سردار بنایا اس کے اثرِ صحبت سے یا تو منافق تیار ہوئے یا تقیہ باز۔

۱۰۔ اس لیے حضرت علی رضؓ نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کیا تقیہ سے نہیں کیا بلکہ خلوصِ دل سے کیا۔ حضرت علی رضؓ کے نزدیک صدیق اکبر رضؓ ہی سب سے افضل تھے۔ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ رضؓ کی خلافت برحق تھی۔ اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ حضرت علی رضؓ کے نزدیک سزا کا مستحق ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مولانا الحافظ المحدث محمد زکریا صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

حضرت ابوہریرہ رضؓ نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ حدیثیں نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ ہجری میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور ۱۱ھ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی ہے اتنی زیادہ حدیثیں انہیں کیسے یاد ہوئیں۔ خود حضرت ابوہریرہ رضؓ اس کا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں۔ میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے۔ بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے اس کی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابوہریرہ اصحابِ صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضورؐ کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا تھا۔ اس پر قناعت کیے پڑا رہتا تھا۔ ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے حافظہ کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ چادر بچھاؤ۔ میں نے چادر بچھائی۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا اس چادر کو ملا لے۔ میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا۔ اس کے بعد سے کوئی چیز نہ بھولا۔ (بخاری)

آپؓ حضورؐ کے مہمان تھے آپ کی گزراوقات

ہدیہ یا صدقہ یہ بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتا تھا۔ باوجود فاقوں اور جنون کی کی حالت کے۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث ان ہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جوزی نے تلقیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے۔ جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے۔ اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ اور جو دفن تک شریک رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے۔ اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ! سوچ کر کہو۔ ان کو غصہ آگیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضورؐ سے سنی۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں سنی ہے۔ ابوہریرہؓ فرمانے لگے کہ حضورؐ کے زمانہ میں تو کوئی باغ میں درخت لگاتا تھا، کوئی بازار میں مال بیچتا تھا۔ میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ بیشک تم ہی لوگوں سے زیادہ حاضر باش تھے۔ اور احادیث کو زیادہ جاننے والے۔ اس کے ساتھ ہی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک دھاگہ ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی۔ رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے۔ (تذکرہ)

حضرت ابوہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں سے تھے۔ کئی کئی وقت فاقہ میں گزر جاتے تھے۔ حضورؐ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتوحات فرمائیں تو ان پر تونگری آئی۔ اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتیں۔ اس پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ ساری تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اس کو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادم تینوں آدمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نمبروار ایک شخص تینوں میں سے مشغول عبادت رہتا۔ (تذکرہ)

مولانا زکریا صاحب فرماتے ہیں:۔

"میں نے اپنے والد سے سنا کہ میرے دادا صاحب کا بھی یہی معمول تھا کہ خود، بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحب مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحب تہجد کے لیے اٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحب کو سلا دیتے اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے۔ صبح سے تقریباً پون گھنٹہ پہلے میرے تایا صاحب کو تہجد کے لیے جگا دیتے اور اتباع سنت میں آرام فرماتے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ مجھے لونڈوں کی حکومت سے محفوظ رکھنا۔ ان کی دعا مقبول ہوئی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا اتنا بڑا ذخیرہ امت کو پہنچایا ہے کہ اس احسان کے بوجھ سے یہ امت کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خطبات و مواعظ کی تاثیر

مولانا قاری فیوض الرحمٰن ایم۔ اے ——— قسط (۱)

حضرت شیخ کے مواعظ دلوں پر بجلی کا سا اثر کرتے تھے اور وہ برقی تاثیر آج بھی آپ کے کلام میں موجود ہے۔ "فتوح الغیب" اور "الفتح الربانی" کے مضامین اور آپ کی مجالس کے وعظ کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرماتے ہیں۔ ایک طویل مدت گزر جانے کے بعد ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے نائبین اور عارفین کاملین کے کلام کی طرح یہ مضامین بھی ہر وقت کے مناسب اور سامعین و مخاطبین کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوتے تھے۔ عام طور پر لوگ جن بیماریوں میں مبتلا اور جن مغالطوں میں گرفتار تھے انہی کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ اسی لیے حاضرین آپ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم، اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات و شبہات کا جواب پاتے تھے۔ اور تاثیر اور عام نفع کی یہ ایک بڑی وجہ تھی۔ پھر آپ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا۔ اسی لیے دل پر اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دل آویزی اور حلاوت بھی، اور صدیقین کے کلام کی یہی شان ہے۔" (تاریخ دعوت و عزیمت)

خالص توحید اور غیر اللہ کی بے حقیقتی

شیخ کے وقت میں ایک عالم کا عالم اہل حکومت اور اہل دولت کے دامن سے وابستہ تھا۔ لوگوں نے مختلف انسانوں اور مختلف ہستیوں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ لیا تھا۔ اسباب کو ارباب کا درجہ دے دیا گیا تھا اور قضا و قدر کو بھی اپنے جیسے انسانوں سے متعلق سمجھ لیا گیا تھا ایک ایسی فضا میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

"کل مخلوقات کو اس طرح سمجھ

کہ ایک بادشاہ ہے جس کا ملک بہت بڑا اور حکم سخت، اور رعب و داب دل ہلا دینے والا ہے، ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں، ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا ہے، بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے تشریف فرما ہے۔ اور اس کے پہلو میں تیر و پیکان، نیزہ و کمان اور ہر طرح کے اسلحہ کا انبار ہے، جن کی مقدار خود بادشاہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اب ان میں سے جو چیز چاہتا ہے، اٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر چلاتا ہے، تو کیا (یہ تماشا) دیکھنے والے کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹا لے۔ اور اس سے خوف و امید ترک کر دے اور لٹکے ہوئے قیدی سے امید و بیم رکھے۔ کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک، دیوانہ، چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے۔ خدا کی پناہ، بینائی کے بعد نابینائی اور وصول کے بعد جدائی اور قرب و ترقی کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے۔" (رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب مولوی محمد عالم صاحب کاکوروی۔ مقالہ ۱۷)

ایک دوسری مجلس میں توحید و اخلاق اور ماسوی اللہ سے انقطاع کی تعلیم اس طرح دیتے ہیں:۔

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے، اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے، اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے، اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا، نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کرے گا، تم کو تمہاری سڑاہند اور بدبو اور پلیدی اور نفس بدکار و رفیقان گمراہ، و گمراہ کن سے

نجات دے گا۔ جو شیاطین، خواہشیں اور تمہارے جاہل دوست ہیں، خدا کی راہ کے راہزن اور تم کو ہر نفیس اور عمدہ اور پسندیدہ چیز سے محروم رکھنے والے، کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک خواہش، کب تک رعونت، کب تک دنیا؟ کب تک آخرت؟ کب تک ماسوائے حق؟ کہاں چلے تم (اس خدا کو چھوڑ کر جو) ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے۔ اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، دلوں کی محبت، روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے سبکدوشی، بخشش و احسان ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اور اسی کی طرف سے اس کا صدور ہے"۔ (رموز غیب مقالہ ۶۲)

الفتح الربانی میں اسی توحید کے مضمون کو اس طرح واشگاف بیان فرماتے ہیں:-

"ساری مخلوق عاجز ہے۔ نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ بس حق تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں کرا دیتا ہے۔ اس کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لیے مفید ہے یا مضر ہے، اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا ——— وہی بہادر پہلوان ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا۔ اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار، اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ اپنے قلب کو مقلب القلوب (دلوں کو پھیرنے والے (اللہ) سے وابستہ کرتا ہے۔ شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت اس کے باطن کو مہذب بناتی ہیں"۔ (مجلس ۱۳)

معبودانِ باطل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں پر، اپنی خرید و فروخت پر اور اپنے شہر کے حاکم پر۔ ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے، وہ تیرا معبود ہے۔ اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع و نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے تو وہ تیرا معبود ہے۔ (مجلس ۲)

دنیا کی حیثیت حضرت شیخ کے ہاں رہبانیت کی تعلیم نہیں۔ وہ دنیا کے استعمال اور اس سے بقدر ضرورت انتفاع سے منع نہیں فرماتے۔ اس کی پرستش اور غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے ہیں۔ ان کے مواعظ درحقیقت حدیث نبوی "اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَ اَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ" — بیشک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی یعنی تمہاری لونڈی ہے۔ اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے) کی تفسیر ہیں۔

ایک موقع پر فرماتے ہیں:- "دنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو۔ بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو۔ دنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے، اور جو دنیا کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہوتا ہے، اس کو ذلیل کرتی ہے — کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و تونگری کے قدم پر۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے:-

"وَیْحَکَ! اَلدُّنْیَا فِی الْیَدِ یَجُوْزُ، وَ فِی الْجَیْبِ یَجُوْزُ الخ"

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز۔ اَمَّا فِی الْقَلْبِ فَلَا یَجُوْزُ" باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز — باقی دروازہ سے آگے گھسنا نہ جائز ہے نہ تیرے لیے عزت ہے۔ (مجلس ۵۱)

بقیہ: شذرہ

کے جو اعلانات کیے جا رہے ہیں ان میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر امیدوار قرآن حکیم پڑھنے اور نماز کا ترجمہ سنانے میں ناکام رہا تو اسے قطعاً داخلہ نہیں ملے گا۔

اس مستحسن اقدام پر ہم وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود اور گورنر جناب سکندر خان خلیل کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ایسے مزید مستحسن اقدامات کی توفیق عطا فرمائے۔

● پاکستان کا اندرونی خلفشار

پاکستان کے اندرونی حالات جو سنگین صورت اختیار کر گئے ہیں ان کی نزاکت اور اہمیت محتاج بیان نہیں۔

ان دنوں پورا ملک افراتفری، عدم اطمینان، بے چینی، مایوسی اور خوف و ہراس کی لپیٹ میں ہے — نظم مملکت پراگندہ، امن و سکون غائب، ہر طرف پریشانی اور اداسی چھائی ہوئی ہے کسی ملک کے عوام بیرونی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے اور دشمن کے عزائم خاک میں ملانے کے بجائے اگر آپس میں ہی دست و گریباں ہوں اور اپنے ارباب حکومت کو ہر ممکن طریق سے فیل کرنے کے درپے ہوں تو اس ملک کا خدا حافظ!

پاکستان کے نازک ترین دور میں جو لوگ بھی ایسا طرز عمل اختیار کر رہے ہیں جو ملکی سالمیت کے خلاف اور ملک کو اندرونی خلفشار کی آماجگاہ بنانے کا موجب ہے۔ خواہ وہ مزدور ہوں یا کارخانہ دار، کسان ہوں یا زمیندار، طالب علم ہوں یا سیاستدان، اہلکار ہوں یا افسر، پولیس ہو یا دوسرے محکموں کے افراد سب کے سب دانستہ یا نادانستہ دشمن کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ اور اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے ہمکنار کرنے کا خطرناک کھیل کھیل رہے ہیں۔

ہم اس بات کے تصور کو بھی پاکستان کے عوام کی توہین سمجھتے ہیں کہ مملکت کا نظم و نسق عوامی نمائندوں اور ان کے وضع کردہ قوانین کے بجائے پھر مارشل لاء کے ذریعے چلایا جائے لیکن جب ملک کی اندرونی صورتِ حال ناگفتنی ہو وہاں مارشل لاء کے لیے وجہ جواز پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

پھر اس سلسلہ کی سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہوگی جو ارباب حکومت پوری نیک نیتی کے ساتھ اور کسی نوعیت کے تصادم یا خون خرابے کے بغیر ملک کا نظم و نسق چلانے کے لیے مصروف عمل ہوں ان کے لیے رحم و کرم اور الفت و محبت کے جذبات کے بجائے قوت و طاقت اور دہشت و خون ریزی کا طریق کار اختیار کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اندریں حالات ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانی عوام کو حالات کی سنگینی اور نزاکت کا احساس کرنا چاہیے اور ایسے طرز عمل سے گریز کرنا چاہیے جو پاکستان میں عوامی حکومت کی بجائے مارشل لاء کے قیام کا محرک بنے اور خون ریزی و خانہ جنگی کے تباہ کن گرداب میں الجھ کر اس ملک کا وجود ہی نیست و نابود ہو جائے۔ ملکی صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر ارباب حکومت نے اب تک افہام و تفہیم کے ذریعے کام لینے کی پوری کوشش کی ہے اور تحمل و بردباری کا مظاہرہ کیا ہے لیکن حالات کا رخ بتا رہا ہے کہ اب قوت و طاقت کے استعمال کی راہ ہموار ہو رہی ہے اور ابتدائی دھمکیوں سے کام لیا جانے لگا ہے۔ ارباب حکومت اگر جمہوری تقاضوں کے مطابق افہام و تفہیم کے دیگر ذرائع بھی اختیار کر لیں اور اس سلسلہ میں حکمران جماعت پیپلز پارٹی کے علاوہ دیگر پارلیمانی پارٹیوں کے سربراہوں کے ذریعے اصلاح احوال کی کوشش کریں تو اس کے ثمرات و نتائج یقیناً حوصلہ افزا اور اطمینان بخش ہوں گے۔

ارباب حکومت کے تمام معاملات "جماعتی انا" کے پیمانے کے ساتھ ہی نہ جانچنے چاہئیں دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کر لینا چاہیے کیونکہ ملکی اور ملی مفادات ہر صورت میں مقدم ہیں۔

مسز اندرا گاندھی اور دُنیا کے تمام شائستہ اور عالی ظرف ''انسانوں'' کے نام

بحث و مذاکرہ

ڈاکٹر اصغر محمود پیپلز کالونی لائلپور

بڑے بڑے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں نے اکٹھے بیٹھ کر اور سر جوڑ کر یہ طے کیا کہ ہم صدیوں سے انگریز کی غلامی میں زندگیاں گزارتے چلے آر ہے ہیں۔ ملک ہمارا ہے اس کے وسائل ہمارے سیلنے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے ملک میں ہر چیز کی اس قدر فراوانی اور بہتات ہے کہ ہم سب کے سب شہزادوں کی سی زندگی گذار سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو کم از کم رہنے کو مکان، پہننے کو مناسب لباس اور کھانے پینے کو معقول غذا تو ملنی چاہیے سات سمندر پار سے یہ لوگ ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ ہمیں کچھ عقل اور سمجھ سے کام لینا چاہیئے۔ چنانچہ گاندھی جی اور شوکت علی محمد علی صاحبان نے سیالکوٹ کی رام تلائی (ایک تالاب) میں ہزاروں مردوں اور عورتوں کے مجمع میں ایک گلاس میں پانی پیا۔ ایک تھالی میں کھانا کھایا اور عہد کیا کہ آئندہ ہم انسانیت کے بلند مقام کا احترام کریں گے۔ اور تنگ دلی، تنگ نظری اور بے اتفاقی سے بچیں گے۔ سب کا بھلا چاہیں گے۔ سب کے ساتھ جئیں گے۔ سب کے ساتھ مریں گے۔ ہمارا ملک ایک ہے۔ آپس میں ہم صدیوں سے چلے آر ہے ہیں۔ ہم بچپن میں اکٹھے پل کر جوان ہوتے ہیں ایک استاد سے تعلیم پائی ہے۔ ایک یونیورسٹی کے طالب علم رہے ہیں۔ ہماری عزت و آبرو اور ہمارا نفع و نقصان ایک ہے۔ میں خود اس جلسہ میں موجود تھا۔ یہ سب کچھ میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا تھا۔ لیکن مکار و عیار دشمن کو یہ ملاپ کب گوارا تھا۔ اس نے چپکے سے ایک بڑی گہری چال چلی تاریخ والے لکھتے رہیں گے اور پڑھنے والے پڑھ کر سرد آہیں بھرتے رہیں گے۔ پھر یکایک کیا ہوا؟ اس بے رحم آسمان نے اولادِ آدم پر کیا کیا ستم ڈھائے۔ اسکی تفصیل بڑی دردناک ہے۔ وہ ایک ہو کر زندگیاں گذارنے کے اصول کو اپنانے والے ہندو مسلم اور سکھ عیسائی آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگے۔ بچوں کو نہایت بے دردی سے ذبح کرنے لگے۔ وہ لالہ جی جو ایک چڑیا اور کبوتر بلکہ ایک چیونٹی کو مارنا بھی پاپ جانتے تھے انہوں نے تن من دھن سے انسانی خون کی ایک عجیب ہولناک ہولی کھیلی۔ عورتوں کی عصمتیں لُٹیں۔ وحشیانہ پن اور درندگی کا یہ عالم تھا کہ ماؤں کی گودوں سے دودھ پیتے بے گناہ معصوم بچے چھین چھین کر نیزوں کے سروں پر چڑھائے گئے اور بیکس اور مظلوم عورتوں کی بے عزتی کی گئی۔ وحشیانہ ننگے ڈانس کرائے گئے۔ عقل پر پردہ پڑ گیا۔ شہروں کے شہر مال و اسباب سے بھری دکانیں اور مکان سب کچھ نذرِ آتش کر دیا گیا۔ سڑکوں اور گلی کوچوں میں انسانی خون رواں تھا۔ لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ لاشوں کو دریاؤں، ندی نالوں اور کنوؤں میں پھینک کر ختم کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن لاکھوں مُردوں کو ٹھکانے لگانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس میں مہینوں لگ گئے۔ نفرت کی خلیج پاٹی نہ جا سکی۔ حصے بخرے ہو گئے۔ اپنی اپنی حد بندیاں مقرر ہو گئیں۔ بٹوارا کچھ اس قسم کا تھا کہ دونوں فریق اس تقسیم سے مطمئن نہیں رہ سکتے تھے۔ کیونکہ دریاؤں کا منبع ایک طرف آیا تھا اور باقی آدھا کسی دوسرے کے حصے میں +

جموں اور کشمیر کی ریاست کچھ ایسی باعث نزاع بنی کہ آج چوبیس پچیس برس ہونے کو آئے ہیں یہ جھگڑا طے ہونے کو نہیں آتا۔ زبردست دھاندلی کی مثال دیکھنا ہو تو اس قضیہ کو دیکھ لیجئے۔ اس کشمیر کی وجہ سے پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات مدتوں سے کشیدہ چلے آرہے ہیں کوئی ماں کا لال نہ اُدھر سے نہ ادھر سے آج تک اس عقدے کو حل کر سکا ہے۔ میری رائے مانو تو ہم سب انسان بن جائیں کسی سے لڑنا جھگڑنا کہاں کی انسانیت ہے ہم جب چھوٹے چھوٹے تھے تو سکول میں کبھی کبھی کسی دوسرے کی دوات توڑ دیتے تھے تو ماسٹر جی سزا دیتے تھے۔ اب کیا ہو گیا ہے کہ عورتوں، مردوں اور بچوں کو جان سے مار دیتے ہیں سارا سامان لوٹ لیتے ہیں اور مکانوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ اتنے بڑے پاپ پر کیوں اب کوئی نہیں پوچھتا؟ ہم سب کو کیوں شرم نہیں آتی؟ اس لئے آئیے ہم سب کیوں نہ انسان بن جائیں۔ ہر کسی کا بھلا چاہیں۔ اور کسی دوسرے کو تنگ نہ کریں خود عزت سے رہیں اور دوسروں کو عزت و آبرو سے رہنے دیں۔

اب جب کہ ہم علیحدہ ہو گئے ہیں کیوں نہ ہم ایک دوسرے کی عزت کریں اور کسی دوسرے کو تنگ نہ کریں لڑائی جھگڑے اور جنگ سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا شمالی اور جنوبی امریکہ میں درجنوں چھوٹی چھوٹی ریاستیں موجود ہیں۔ اور رنگ رنگ کے لوگ وہاں کتنے آرام اور عزت سے آپس میں رہتے ہیں۔ ہم اپنے ملک میں سب ہندو سکھ، عیسائی اور مسلمان وغیرہ پُرامن اور خوشحال زندگی کیوں نہیں گزارتے۔ درحقیقت وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے خواہ وہ کسی عقیدہ کا پیرو ہے۔ اللہ سے رابطہ چھوڑ دیا ہے۔ صرف اللہ سے رابطہ قائم ہو تو دماغ میں صحیح تجاویز کا القا ہوتا ہے۔ ہمارے اعمال کی قسمیں دو ہی ہیں۔ مفید اور مضر۔ زندگی میں قدم قدم پر ایسے مقام آتے ہیں جہاں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ کیا کیا جائے پیشِ نظر کئی تجاویز ہوتی ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کس پر عمل کیا جائے۔ حیرت اور بے بسی کے یہی وہ مقامات ہیں جہاں انسان اپنے دماغ پر دباؤ ڈالتا دوسروں سے مشورے لیتا اور کئی راتیں بیداری میں کاٹ دیتا ہے اگر انسان کا رابطہ اللہ سے قائم ہو تو نہایت عمدہ تجویز دماغ میں آتی ہے۔ جس کا لازماً نتیجہ بہتر نکلتا ہے۔ اور اگر سیہ کاری اور نافرمانی کی وجہ سے یہ رابطہ ٹوٹ چکا ہے تو پھر یہ تجاویز شیطان کی طرف سے آتی ہیں اور ان کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے انسان مستقبل کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور اس لئے ہر کام میں ڈرتے ڈرتے ہاتھ ڈالتا ہے۔ کسقدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس قسم کے مشورے ان طاقتوں سے ملیں جن کی حکمت و دانش کا کوئی کنارا نہیں۔ اور جن کے سامنے مستقبل ماضی سے بھی زیادہ بے حجاب ہے

اندرا گاندھی کے نام

جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا بلقیس کو خط لکھا تھا۔ اسی طرح میں بھی مسز اندرا گاندھی صاحبہ کو نہایت ادب کے ساتھ یہ چند باتیں لکھ رہا ہوں کہ اللہ بے کراں سکون کا منبع ہے جب ہم اس سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو ہم پر سکون برسنے لگتا ہے۔ کیونکہ سکون و ہم آہنگی ایک ہی چیز ہیں۔ کروڑوں انسان مصیبتوں کے شکار ہیں۔ ان کے دل و دماغ اور جسم بے چین ہیں۔ وہ لمبے لمبے سفر کرتے۔ کاریں خریدتے۔ بڑے بڑے محل بناتے اور دولت کے انبار لگاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بے چین رہتے ہیں۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ سکون باہر سے نہیں آتا۔ بلکہ دل ہی میں جنم لیتا ہے۔ اگر ہم روح سے پکار سن کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لیں تو ہمارا دل مطمئن اور مسرت سے معمور ہو جائے گا۔ اگر ہم عدل و صداقت کو جن کے بل پر یہ کائنات قائم ہے۔ اپنا لیں تو ہم ایک ایسا گہرا اطمینان حاصل کر لیں گے جسے کوئی فکر اور کوئی پریشانی برہم نہیں کر سکے گی۔ حقیقت میں اللہ کائنات کا پاور ہاؤس یعنی منبع توانائی ہے جو شخص اپنا پٹہ اس سے باندھ لیتا ہے وہ ہر لمحہ توانائی حاصل کرتا اور پھر اسے دوسروں تک منتقل کرنے کا واسطہ بنتا ہے

اس لئے مسز اندرا گاندھی صاحبہ آپ کے سینہ میں تو ایک عورت کا دل دھڑکتا ہے۔ عورت کے دل میں تو ماں کی شفقت اور بہن کی محبت موجزن رہتی ہے۔ جسمانی لذتوں سے تو ہم سب واقف ہیں۔ کھانا۔ پینا۔ سونا۔ کھیل کود۔ عمدہ لباس۔ موٹر اور کوٹھی وغیرہ یہ سب جسمانی لذتیں ہیں جو ناپائیدار، سطحی اور کھوکھلی ہیں۔ جن سے انسان بہت جلد اکتا جاتا ہے۔ اور جن کا انجام عموماً غم ہوتا ہے۔ سکندر اعظم کو یہ شوق دل نشیں تھا کہ وہ ساری دنیا کو فتح کر لیں لیکن ایک وقت ایسا آپہنچا کہ جب ساری دنیا اس نے فتح کر لی۔ تو اس نے اپنے سرداروں سے پوچھا کہ اور دنیا کہاں ہے؟ سرداروں نے جواب دیا کہ حضور بس دنیا اب ساری کی ساری آپ نے فتح کر لی ہے تو سکندر کا دل ٹوٹ گیا کہ بس یہی دنیا تھی۔ جس کے حصول میں میں نے اتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اور شہروں اور قصبوں کو لوٹا۔ اور جلایا۔ چنانچہ چھوٹی عمر میں ہی سکندر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

اب دوسری طرف کچھ ایسی لذتیں بھی ہیں جنکا تعلق روح سے

ہوتا ہے، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے، مسکین کو کھانا کھلانے اور نادار طالب علم کی مالی مدد کرنے سے آپ کی روح جھوم اٹھتی ہے۔ یہ خوشی عبادت اور ریاضت سے زیادہ عمیق ہو جاتی ہے یقین نہ آئے تو عابد بن کر دیکھئے یا ان لوگوں سے پوچھئے جو رات کے وقت دل کی گہرائیوں میں ڈوب کر رب سے ہمکلام ہوتے ہیں جو سکوت شب میں نغمہائے تقدیس الاپتے ہیں۔ جن پر جھلملاتے ہوئے تاروں سے مسکراہٹیں برستی ہیں۔ دنیا کی تمام لذتوں اور مسرتوں میں بلند ترین یہ مقام ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے دل کو نہ توڑے۔ دوسرے کی مشکلات دور کرے اور دوسرے سے پیار کرے۔ کبھی کسی انسان کا دل نہ توڑنا کیونکہ انسان کے دل میں ہی خدا رہتا ہے کائنات کی اس سب سے بڑی لذت کو وہی لوگ حاصل کر سکتے جو اللہ سے ڈرتے اور احکام الٰہی کو مانتے ہیں، جو کبھی کسی دوسرے انسان کو دھوکہ نہیں دیتے۔ دھوکہ اور فریب سے لاکھوں انسانوں کو جنگ اور لڑائی سے زیر کرنا اور پھر قید و بند کی صعوبتیں اس پر طاری کرنا۔ اگر کوئی انسان زیر بھی ہو جائے تو پھر بھی انسانی محبت اور ہمدردی کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ محبت آخر فطری اور بنیادی چیز ہے اور تضاد اور نفرت نام ہے محبت کو توڑنے کا جو کسی حادثہ اور تصادم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ محبت تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور تمام جذبات عالیہ کی خالق ہے۔ اس سے آواز میں لوچ، بات میں شیرینی چہرے پر حسن، رفتار میں انکسار اور کردار میں وسعت آتی ہے۔

آخیر میں میں اپنی حقیر رائے میں اپنے تمام بزرگوں اور نوجوانوں کو خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نفرت، نفرت سے ختم نہیں ہو سکتی۔ اس پر محبت سے غلبہ حاصل کرو۔ دنیا کو محبت کرنا سکھاؤ۔ اور جنت اپنی تمام تر رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ یہیں نمودار ہو جائے گی۔ ترک محبت، مرگ دوام ہے۔ جو شخص سب سے محبت کرتا ہے اس کی زندگی بھرپور اور کامل ہے اور اس کی زیبائی اور توانائی میں سدا اضافہ ہوتا ہی رہے گا۔ کیونکہ محبت کا سب سے بڑا وصف انکسار ہے۔ دوسروں سے نفرت کرنے والے لوگ کرخت، مغرور، تند مزاج اور بد مزاج ہوتے ہیں اور دوسری طرف اہل محبت بول میں میٹھے، چال میں دھیمے اور مزاج کے نرم ہوتے ہیں۔ ان ہی اوصاف کو ہر کسی نے آسمانی دانش کہا ہے۔ اس میں قطعاً کوئی کلام نہیں کہ غرور حماقت ہے۔ اور تواضع بہت بڑی دانش ہے۔ کسی دانا کا مقولہ ہے کہ اگر دانش حاصل کرنا چاہتے ہو تو انکسار پیدا کرو۔ اور اگر حاصل کر چکے ہو تو اور زیادہ خاکسار بنو۔

اگر ہم اپنے اپنے گھر اور اپنی اپنی حکومت بنا چکے ہیں تو اسکے یہ معنی تو نہیں کہ ہم آپس میں نہ بولیں۔ نہ ملیں۔ نہ ملاقات نہ میل ملاپ بلکہ آنا جانا ہی بند کر دیں۔ وہی ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان سب آپس میں پیار و محبت سے رہتے تھے۔ اب بھی اسی پیار و محبت سے اپنے اپنے ہاں رہیں۔ وعدہ کریں کہ کسی سے کبھی نہ لڑیں گے بلکہ ایک دوسرے کی مشکلات میں کام آئیں گے۔ ہمارے ہاں کم از کم بہت اچھا نمک اور کئی اور اچھی اچھی چیزیں موجود ہیں۔ اسی طرح آپ کے ہاں کئی بڑی اچھی چیزیں موجود ہیں ایک دوسرے سے لین دین کریں ۲۲ سنہ میں ہم لوگ فیروز پور شہر میں رہتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ عالم تھا کہ مسلمان لڑکے اپنے گھروں میں سے پنجرے میں چوہے پکڑ کر مارنے کے لئے شہر سے باہر جایا کرتے تھے تو ہندو لوگ ان مسلم بچوں کو ایک ایک آنہ دے کر چوہے چھوڑوا کر آزاد کروا دیا کرتے تھے۔ کوئی کبوتر پکڑ لیتے تو اس کو بھی ایک دو آنے دے کر چھوڑوا دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی زندگی کو خواہ وہ چوہے میں یا کسی حیوان میں ہو اس کو آزاد کر دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ لیکن اب کیا ہو گیا ہے کہ لاکھوں انسان مشرقی پاکستان میں کسی نہ کسی طرح سے قیدی بنا رکھے ہیں اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دے رہے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ وہی ہندو ذہنیت اب اتنی بدل چکی ہے کہ قید و بند میں پڑے ہوئے ہزاروں انسانوں کو آزاد کر دینے کے لئے ساری دنیا کے بڑے بڑے دانش مندوں نے درخواست کی ہے لیکن ہندو کی ضد اور ہٹ ابھی تک دور نہیں ہو سکی۔ حالانکہ ان قیدیوں کی بیویوں اور بچوں کی آنکھوں میں ساری دنیا آنسو دیکھ رہی ہے۔ وہ رحم دلی اور خدا ترسی اب کہاں چلی گئی ہے۔ جو ایک چوہے اور کبوتر کی قید و بند گوارا کرتی تھی۔

عقلمندوں نے کہا ہے کہ لڑائی اور لسی جتنا چاہو بڑھا سکتے ہو۔ لسی میں پانی ڈالتے جاؤ تو پانی کی لسی ہی بنتی جائے گی اسی طرح لڑائی بھی جتنا چاہو طویل ہو سکتی ہے۔ لیکن عقل مند وہی ہے جو کسی سے بالکل لڑائی نہ کرے۔ کیا مسٹر گاندھی اور مسٹر جناح نے آپس میں ہمیشہ ہمیشہ لڑائی کرنے کے لئے پاکستان بنایا تھا؟ ہمارے بزرگوں کے خیال میں یہ بات نہ تھی کہ ایسا کشت و خون ہوگا۔ کہ ساری دنیا دیکھے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندو اور مسلم ا ۔۔۔ تہذیب اور مذہب کی بناء پر یہ چاہتے تھے کہ علیحدہ علیحدہ اپنے گھروں میں خوشی خوشی زندگی گذارتے جائیں تاکہ ہماری اولاد مستقبل میں اور زیادہ خوشحالی کے ساتھ زندگی گذارے۔ ہندو اور مسلم جو آپس میں بھائی بھائی تھے اور ایک ہی جگہ سینکڑوں سال سے رہتے تھے۔ زبان ایک تھی، خیالات بھی اور معاشرت بھی کئی لحاظ سے ایک ہی تھی۔ لباس بھی اکثر مقامات میں ایک ہی جیسا تھا۔ ذرا یاد کیجئے۔ دہلی، لکھنؤ اور حیدر آباد میں ہندو اور مسلم آپس میں علیحدہ علیحدہ پہچانے بھی نہیں جا سکتے تھے۔ اب خدا کے لئے اے میرے بزرگو اور صاحب اقتدار رہنماؤ۔ اتنا تو کرو کہ ہندوستان علیحدہ ہو گیا۔ اور پاکستان علیحدہ ہو گیا۔ دو بھائی آپس میں اپنے گھروں میں بستے رہیں اور سب کی عزت بحال رکھیں۔ کوئی لڑائی اور خرابی پیدا نہ ہو بلکہ ایک دوسرے سے ملیں جلیں۔ پھر پاسپورٹ کی بھی ضرورت نہیں رہیگی، امریکہ اتنا بڑا ملک ہے اور لاکھوں دانش مند وہاں موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ کئی برسوں سے ویت نام میں لڑائی جاری ہے عظیم نقصانات دونوں طرف کے ہو رہے ہیں۔ لیکن کیا ضد ہے حضرت انسان کی۔ اگر ضد کرے تو وہ بھی کمال اور اچھی باتیں کرے تو چاند پر بھی پہنچ جائے۔

بقیہ : حج پالیسی

سلسلہ میں فضائی کمپنیوں پی آئی اے اور سعودی عربین ایئرلائنز کے ساتھ بات چیت کر رہی ہے اور ہوائی جہاز کے کرایوں کا ایک دو دن میں اعلان کر دیا جائے گا۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ زائرین اپنی درخواستوں کے ساتھ ماضی کی طرح سفر کی ساری رقم یک مشت جمع نہیں کرائیں گے شروع میں انہیں سات سو روپے جمع کرانے ہوں گے۔ اور باقی رقم سوا نگی سے پندرہ روز قبل ادا کرنی ہو گی۔

وزیر اوقاف نے ان مسائل کا ذکر بھی کیا جو ماضی میں زائرین کو پیش آتے رہے ہیں اور حکومت کے ان اقدامات کی وضاحت کی جو سمندری، فضائی اور خشکی کے راستے سفر حج کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے حکومت نے کیے ہیں۔ انہوں نے حج کمیٹی کے ارکان سے کہا کہ وہ تمام مسائل پر تفصیل سے غور کریں تاکہ حکومت کو سفر حج کے انتظامات کو آخری شکل دینے کے متعلق ضروری فیصلے کرنے میں مدد مل سکے۔ مولانا کوثر نیازی نے اس بات پر بھی زور دیا کہ زائرین کو مناسک حج ادا کرنے کے لیے ضروری معلومات فراہم کرنی چاہئیں تاکہ وہ نہ صرف یہ کہ مذہبی روایات کے مطابق فریضہ حج ادا کر سکیں بلکہ سفر کے دوران ان کا رویہ پاکستان کے نمائندوں کے شایان شان ہونا چاہیئے جس سے ملک کے وقار میں اضافہ ہو۔ کمیٹی کا اجلاس آج تین گھنٹے تک ہوا جس میں ذرائع حمل و نقل، زرمبادلہ کا ذاتی کوٹہ، اور کرائے ٹریولرز چیک اور حج نوٹس کے اجرا اور درخواستیں دینے کے طریق کار، درخواست گذاروں کی عمر کی حد اور معلموں اور زائرین کے ذاتی سامان اور راشن وغیرہ کے مسئلوں پر غور کیا گیا۔ مرکزی حج کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ عازمین حج سے درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے اب یہ درخواستیں ۲۰ اگست ۷۲ء تک وصول کی جائیں گی۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

زبان کے شہیدوں کی یاد منائی جانے لگی۔ ایک دفعہ میں ڈھاکہ میں تھا کہ مقتولین زبان کی برسی کا دن آ گیا میری حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی جب خود نور الامین صاحب جوتیاں اتار کر شہیدوں کی یادگار پر پہنچے۔

مشرقی پاکستان میں ان واقعات کے رونما ہونے سے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کی بنیاد پڑی پھر مفاد پرست سیاسی طالع آزماؤں نے اس بنیاد پر دیواریں استوار کیں۔ اقتدار کے نشہ میں چور حکمرانوں نے نفرت و عداوت کی یہ عمارت مکمل کر دی اور بالآخر اس میں پرورش پانے والے فتنوں نے ملک تباہ و برباد کر دیا اب اسی طریقے سے سندھ میں زبان کے مسئلہ کو چھیڑ کر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی گئی ہے۔

ہم مسلمان ہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور خداوند عالم کی وحدانیت و حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرنے کے دعویدار ہیں کیا ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں رہی کہ اسلامی اخوت و مودت اور اسلامی اخلاق و معاشرت کیا ہوتی ہے اور اسے ہم نے قائم کرنا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے اخلاق سکھانے کے لیے بھیجا گیا ہے وہ اخلاق جو پیغمبر اسلام نے سکھائے اور بتلائے تھے آج ہم ان پر عمل کیوں نہیں کرتے ہم تو دنیا کے لیے خدا کی رحمت کا پیغام بن کر آئے آج ہم اپنوں کے دشمن اور اپنوں کے قاتل کیوں بن گئے ہیں کیا حضور رحمۃ اللعالمین کا ارشاد ہمیں یاد نہیں رہا کہ جو ہمارے چھوٹوں سے رحمت و شفقت سے پیش نہ آئے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسلام جوڑنے ملانے اور متحد کرنے کے لیے آیا وہ خونریزی، قتل و غارت اور فتنہ و فساد کو یک قلم مٹا دینا چاہتا ہے آج ہمیں اپنے ملک کا کھویا ہوا وقار بحال کرنے اور پرامن فلاحی اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لیے قرآن کے بتلائے ہوئے اصولوں پر عمل پیرا ہو جانا چاہیئے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے خدائے ذوالجلال عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی نافرمانی اور ناراضگی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

بچوں کا صفحہ

نماز کا اہتمام

فرزانہ خاتون

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے اور تمام مخلوق اور ساری کائنات کا پیدا کرنے والا وہی ہے اس کے حکم کے بغیر ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔ لیکن ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے۔ کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ہمیں کس مقصد کے لیے پیدا کیا۔

پیارے بچو! اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس لیے پیدا کیا کہ ہم اس کی فرمانبرداری اور عبادت کریں اور اس کی ذات کو پہچانیں اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کریں اللہ تعالےٰ کے حکموں میں سب سے زیادہ افضل حکم نماز پڑھنا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے یہاں سب سے پہلے پرسش نماز ہی کی ہوگی۔ پانچ وقت کی نماز ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو نماز پڑھنی شروع کر دینی چاہیے اور جب دس کا ہو جائے تو والدین کو چاہیے کہ بچے کو جبراً نماز پڑھائیں۔ اگر نہ پڑھے تو اسے سزا دیں۔

نماز کا بہت ہی اہتمام کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے پاک و صاف ہونا ضروری ہے۔ وضو اچھی طرح کیا جائے وضو ٹھیک نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ رکوع و سجود اچھی طرح سے ادا ہو۔ ناقص نماز قیامت کے دن منہ پر ماری جائے گی۔ اور نماز بہت ہی سکون، نہایت ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جائے اور وقت کی پابندی کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں:۔

۱۔ یہ کہ اس سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔
۲۔ یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔
۳۔ یہ کہ قیامت کے دن اس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جسے وہ نہایت خوش و خرم ہو کر ہر شخص کو دکھاتا پھرے گا۔
۴۔ یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیگا۔
۵۔ یہ کہ حساب سے محفوظ رہے گا۔

پیارے بچو! اللہ تعالےٰ نے جن پانچ انعامات کا اعلان نماز کا اہتمام کرنے والے کے لیے فرمایا ہے۔ ان میں سب سے پہلا انعام یہ ہے کہ رزق کی تنگی اللہ تعالےٰ دور فرما دیں گے۔ آج جب کہ ہر شخص رزق کی تلاش میں اور رزق کمانے کے لیے صبح و شام سرگرداں اور پریشان ہے ہم سب کو نماز باقاعدگی سے ادا کرنی چاہیے۔

نماز کا اہتمام اور پابندی کرنے والے کو دوسرا انعام یہ ملے گا کہ وہ قبر کے عذاب سے بچ جائے گا۔ اور یہ تو اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے کیونکہ آخرت کی پہلی منزل قبر سے شروع ہوتی ہے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب کبھی قبرستان میں تشریف لے جاتے تو آپ بہت رویا کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی لوگ دریافت کرتے کہ یا امیرالمومنینؓ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں: "آخرت کی پہلی منزل یہی ہے جو شخص یہاں کامیاب رہا وہ ہر جگہ کامیاب ہوگا۔"

تیسرا انعام یہ بتایا کہ نماز کا اہتمام کرنے والوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو کامیابی کی دلیل ہے یعنی ان کے جنتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

چوتھے یہ کہ وہ پلصراط پر سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے — پلصراط کے بارے میں آیا ہے کہ ہر شخص کو اس پر سے گزرنا ہوگا۔

پانچواں انعام یہ بیان کیا گیا کہ بلا حساب کتاب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ بلاشبہ یہ رب العزت کا بڑا عظیم احسان ہے۔

اللہ تعالےٰ اگر صرف اپنی ایک نعمت کے متعلق ہم سے پوچھ لیں کہ تم نے اس کا کیا شکر ادا کیا تو ہم جواب نہیں دے سکتے۔

اور اب یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے کہ نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جو لوگ نماز میں سستی کرتے یا نماز چھوڑ دیتے ہیں ان پر چودہ طریقوں سے عذاب ہوگا۔ پانچ طرح سے دنیا میں تین طرح سے موت کے وقت، تین طرح سے قبر میں اور تین طرح سے قبر سے اٹھائے جانے کے بعد۔

دنیا کے پانچ عذاب یہ ہیں۔ اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ صلحاء کا نور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا حق نہیں رہتا۔ موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں — اوّل ذلت سے مرتا ہے۔ دوم بھوکا مرتا ہے۔ سوم پیاسا مرتا ہے۔ موت کے وقت پیاس اس قدر شدید ہو جاتی ہے کہ اگر سمندر بھی پی جائے تو پیاس نہ بجھے۔

قبر کے تین عذاب یہ ہیں:۔ اوّل اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے جو قیامت تک جلتی رہے گی تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر اسی شکل کا مسلط کر دیا جاتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوں گی۔ اور ناخن لوہے کے اتنے لمبے کہ اگر آدمی پورا دن چلتا رہے تو ان کے آخر تک پہنچے۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک جیسی ہوگی وہ سانپ انسان سے کہے گا مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے تاکہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے پر آفتاب نکلنے تک مارے جاؤں، ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے مغرب تک مارے جاؤں، مغرب کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عشاء تک مارتا جاؤں۔ اور عشاء کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ سانپ ایک بار اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا

قبر سے اٹھائے جانے کے بعد جو عذاب ہوں گے یہ تین عذاب ہوں گے:۔
۱۔ حساب سختی سے لیا جائے گا۔
۲۔ حق تعالےٰ شانہٗ کا اس پر غصہ ہوگا۔
۳۔ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

اب آپ خود ہی غور کریں کہ کتنے سخت عذاب ہیں۔ آیئے ہم سب ملکر عہد کریں کہ آج سے ہم پانچوں نمازیں باقاعدگی کے ساتھ وقت پر ادا کریں گے خدائے رحیم و کریم ہم سب کو اپنے غیظ و غضب سے محفوظ رکھے اور اپنے انعامات اور رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔

تارک نماز

بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ (مسلم)
بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترکِ نماز ہے
کفر کے نزدیک سے نزدیک تر کرتا
اس سے ہوتا ہے ہمارا امتیاز

★

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۳۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۰۷۶۷/۹/۳۹-D.D.4 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۳۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

دشمنِ جان

حکیم محمد سعید دہلوی

مسلمانوں کا سب سے بڑا اور ناقابلِ فراموش کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی معاصر قوموں اور ملتوں کے برعکس مُردہ علوم کو زندہ کیا۔ جو علوم مرورِ ایام کی نذر ہو چکے تھے۔ اُن کی تجدید کی اور بہت سے علوم کے موجد اور مخترع بنے۔

ظہورِ اسلام کے وقت حالت یہ تھی کہ دنیا کے پاس اساطیر و خرافات کے سوا کچھ نہ تھا۔ یونان کے فلسفہ دانش پر موت طاری ہوئے صدیاں بیت چکی تھیں۔ رُوم کے پاس سوا مذہبی تعصب کے کچھ نہ تھا۔ اور اس تعصب کا نتیجہ یہ تھا کہ کلیسا نے تحصیلِ علوم پر قدغن لگا دی تھی۔ غیر مذہبی کتابوں کا پڑھنا اور مطالعہ کرنا اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی سزا موت قرار دی گئی تھی۔ غور و فکر تعقل اور تدبر فہم و دانش آزادیٔ تقریر و تحریر پر حد درجہ سنگین پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ جن کی خلاف ورزی صرف وہی لوگ کر سکتے تھے جو زندگی سے بیزار ہو چکے ہوں۔ جہالت کی پرورش اور علم پر غارت گری کا سلسلہ پڑوس کی دوسری مہذب اور متمدن ملکوں میں بھی یکساں جوش و خروش کے ساتھ جاری تھا۔ یہ چیزیں اسلام کے مزاج کے خلاف تھیں۔ اسلام نے ذہن و دماغ کو یکسر آزادی عطا کی۔ نطق و کلام پر پہرے نہیں لگائے۔ تعقل اور تفکر اور تدبر سے نہ صرف روکا نہیں بلکہ اس کی دعوت دی۔ علم کو لازمۂ حیات قرار دیا۔ نفع بخش ایجادات و اختراعات کو نعائم میں شمار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت ہی مختصر مدت میں فلسفہ و حکمت منطق و کلام نجوم و ہیئت جغرافیہ، ریاضی الجبرا طب اور جراحت وغیرہ علوم میں وہ مجدد موجد اور داعی بن کر نمودار ہوتے اور دُنیا ان کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کرنے پر مجبور ہو گئی۔

انسانیت کی اس سے بڑی خدمت کیا ہو سکتی ہے کہ بیماروں کا علاج کیا جائے۔ جو درد سے تڑپ رہے ہوں اور روگ سے نیم جان ہوں۔ انہیں تندرست و توانا کر دیا جائے۔ اس خدمت کو مسلمانوں نے بڑے ذوق و شوق سے اپنایا۔ اور علمِ طب کو اپنی تحقیق ایجاد اور حکمت سے ایک زندہ اور پائندہ علم بنا دیا۔ انہوں نے بہت سے امراض کا تیر بہدف علاج دریافت کیا۔ وہی تھے جنہوں نے حفظِ صحت کے اصول وضع کیے اور ان اصولوں کو اس درجہ پختہ اور محکم بنا دیا کہ باقی دنیا کے لئے وہ شمعِ راہ بن گئے۔ اصولِ حفظِ صحت کا سب سے پہلا اور اہم مسئلہ صفائی ہے۔ گندگی، غلاظت، نجاست اور صحت کو نقصان پہنچانے والی عادتیں اور طرزِ رہائش و بود و ماند انسانی صحت و زندگی کے دشمن ہیں اس کا سراغ اس زمانے میں مسلمانوں نے لگا لیا جب اس دشمنِ جان کو دوست سمجھا جا رہا تھا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا۔

ہمیں اپنے بہت سے قیمتی ورثوں کی اپنے اس آزاد ملک میں حفاظت کرتے انہیں اور زیادہ اجاگر کرنا اور تابناک بنانا

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپیا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا